مملکت سعودی عرب اور اس پر عائد بعض الزامات کی حقیقت
مملکت سعودی عرب - خدمات اور چیلنجز
سعودی معیشت کی مضبوطی اور نئے امکانات کی تلاش
مملکت توحید اخوان الشیاطین کے نشانہ پر
المملكة العربية السعودية
ماہنامہ مجلّہ
السّراج
جھنڈانگر، نیپال
خصوصی شمارہ:
سعودی عرب: اسلامی خدمات کے آئینے میں
مدیر مسئول:
شمیم احمد ندوی
ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ
اکتوبر، نومبر ۲۰۲۱ء
معاون مدیر:
سعود اختر سلفی
شعبہ نشر واشاعت جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر (نیپال)

ارشادات ربّانی:

أعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم، بسم الله الرحمٰن الرحيم.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُم ..... ﴾ (النساء: ٥٩)

ترجمہ:۔ ''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی''۔

تفسیر:۔ ﴿أُوْلُوا الأَمْرِ﴾ (اپنے میں سے اختیار والے) سے مراد بعض کے نزدیک امراء و حکام اور بعض کے نزدیک علماء و فقہاء ہیں مفہوم کے اعتبار سے دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اصل اطاعت تو اللہ ہی کی ہے کیونکہ ﴿أَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالأَمْرُ﴾ (الأعراف: ٥٤) ''خبردار مخلوق بھی اسی کی ہے، حکم بھی اسی کا ہے'' ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلّهِ﴾ (یوسف: ٤٠) ''حکم صرف اللہ ہی کا ہے'' لیکن چونکہ رسول خالص منشاء الٰہی ہی کا مظہر اور اس کی مرضیات کا نمائندہ ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ رسول کے حکم کو بھی مستقل طور پر واجب الاطاعت قرار دیا اور فرمایا کہ رسول کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے: ﴿مَّنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّهَ﴾ (النساء: ٨٠)، اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حدیث بھی اسی طرح دین کا ماخذ ہے جس طرح قرآن کریم تاہم امراء و حکام کی اطاعت بھی ضروری ہے کیونکہ وہ یا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا نفاذ کرتے ہیں یا امت کے اجتماعی مصالح کا انتظام اور نگہداشت کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ امراء و حکام کی اطاعت گرچہ ضروری ہے لیکن وہ علی الاطلاق نہیں بلکہ مشروط ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ کیونکہ أُوْلِي الأَمْرِ کی اطاعت مستقل نہیں یہی حال علماء و فقہاء کا بھی ہے (اگر اولوا الامر میں ان کو بھی شامل کیا جائے) یعنی ان کی اطاعت اس لیے کرنی ہوگی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام و فرمودات بیان کرتے ہیں اور اس کے دین کی طرف ارشاد و ہدایت و رہنمائی کا کام کرتے ہیں۔

ارشادات رسول ﷺ:

عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي ﷺ قال: ''على المرء المسلم السمع و الطاعة فيما أحب و كره إلا أن يؤمر بمعصية، فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة''. (متفق عليه)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان مرد پر (اپنے مسلمان حکمران کی بات) سننا اور ماننا فرض ہے، وہ بات اسے پسند ہو یا ناپسند مگر یہ کہ اسے گناہ کرنے کا حکم دیا جائے پس جب اسے اللہ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر اس پر سننا اور ماننا فرض نہیں (بلکہ انکار کرنا ضروری ہے)۔ (بخاری و مسلم)

فوائد: اس میں مسلمانوں کے لیے مسلم حکمرانوں کی اطاعت کی حدود واضح کر دی گئی ہیں، مسلم حکمرانوں کی عزت اسی میں ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکموں سے انحراف نہ کریں ورنہ وہ اخروی عذاب کے علاوہ دنیوی ذلت سے بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔

(ترجمہ و فوائد، تحقیق و تخریج: حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار بابا سردار خاں پدر بزرگوار الحاج نعمت اللہ خاں رحمہ اللہ بانی جامعہ سراج العلوم السلفیہ، جھنڈانگر، نیپال

जि.प्र.का.द.नं. २४/०७४/७५
जि.ह.का.द.नं. ०५

अल-सिराज
(मासिक उर्दू पत्रिका)

वर्ष:४, अङ्क:७-८ अक्तुबर- नवमबर २०२१

وجعلنا سراجا وھاجا

جامعہ سراج العلوم السلفیہ کا ترجمان

ماہنامہ السراج
جھنڈانگر (نیپال)

جلد نمبر : (۲۸)

شمارہ نمبر : (۵، ۶)

اکتوبر، نومبر : ۲۰۲۱ء

ربیع الاول ربیع الثانی : ۱۴۴۳ھ

بانی: خطیب الاسلام حضرت مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ

مجلة اسلامية علمية شهرية

نیپال	ہندوستان	بدل اشتراک	دیگر ممالک	خصوصی تعاون
300 روپے نیپالی	200 روپے بھارتی		40 ڈالر امریکی	5000 روپے بھارتی

خط و کتابت وترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ السراج، جامعہ سراج العلوم السلفیہ، جھنڈانگر، کرشنا نگر، کپل وستو، نیپال

Mahnama Al-siraj, Jamia Sirajul Uloom Al-salafia
Jhanda Nagar, Krishna Nagar, Kapilvastu, Nepal

فون نمبر
00977-76-520582

E-mail :Jamianp@.gmail.com - web : www.jsirajululoom.com

Designed By: Irfan Maqbool Nomani

ترتیب مضامین

ارشادات:

تجلیات:

مقالات:

نشاطات:

منظومات:

کمپیوٹر آپریٹر: عتیق الرحمن سراجی

ڈیزائننگ: عرفان مقبول نعمانی

تجلیات

شمیم احمد ندوی

مملکت سعودی عرب اور اس پر عائد بعض الزامات کی حقیقت

زیرنظر خصوصی شمارہ مملکت توحید سعودی عرب کے نیشنل ڈے (الیوم الوطنی) کی مناسبت سے گوناں گوں سعودی خدمات، عالم اسلام، عالم انسانیت اور مسلمانوں پر اس کی نوازشوں وعنایات، حج وعمرہ کے بے نظیر مثالی انتظامات اور خلیجی خطہ میں قیام امن کے تعلق سے اس بے مثال اقدامات کو منظر عام پر لانے کی ایک حقیر کاوش ہے۔اس شمارہ میں شرکائے بزم نے مختلف موضوعات کو منتخب کر کے ان پر اظہار خیال کیا ہے، یہ شمارہ سعودی حکومت کی بعض خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کا ایک چھوٹا سا ذریعہ ہے، ورنہ عالم اسلام اور عالم انسانیت پر اس کے جو گراں قدر احسانات ہیں، ان کو احاطۂ تحریر میں لانا مشکل ہے۔

لیکن ہمارا دل اس وقت افسوس وصدمات سے پارہ پارہ ہو جاتا ہے، جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ان لازوال خدمات کے اعتراف کی بجائے اس کے خلاف اظہار عداوت کے لیے ایک محاذ قائم کیا جارہا ہے اور رات دن اسے مغلظات سے نوازا جارہا ہے اور وہاں ہونے والے ہر فیصلہ کو ہدف تنقید وملامت بنایا جارہا ہے اور اس کی شہرت کو داغ دار کرنے کے لیے افواہوں کو گڑھا جارہا ہے یا تل کا تاڑ بنایا جارہا ہے، ایسا ہی گذشتہ کچھ دنوں سے دیکھا جارہا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مملکت توحید سعودی عرب کی شدید مخالفت اور اس کے خلاف اظہار بغض ونفرت کا سلسلہ تو اس کے قیام کے وقت سے ہی جاری ہے لیکن ادھر کچھ عرصہ سے اس کے خلاف معاندانہ وحاسدانہ سرگرمیوں میں کافی تیزی آئی ہے اور اس کے حکمرانوں وفرماں رواؤں اور قانون ساز مجالس وقانون نافذ کرنے والے اداروں کے خلاف بے سروپا الزامات لگائے جارہے ہیں اور ہمیشہ اس طرح کی افواہوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے جس سے اس کی شہرت داغ دار ہو اور اس کے خلاف منافرت میں اضافہ ہو۔

خاص طور سے جب سے ولی عہد محمد بن سلمان نے اپنے نئے مناصب کو سنبھالا ہے اور مملکت توحید کو ایک مضبوط ومستحکم حکومت بنانے اور اس کو فوجی واقتصادی اعتبار سے طاقتور بنانے کے عزم کا اظہار کیا ہے، اپنے ملک کے دفاع کو مضبوط بنانے اور اس کی معیشت کو استحکام فراہم کرنے کے لیے کئی ایک معاشی اصلاحات کی ہیں، اس وقت سے حاسدین کے حسد میں اضافہ ہو گیا ہے، چناں چہ کچھ فیصلوں اور بعض معاشی اصلاحات کو بہانہ بنا کر اس کے خلاف حملے تیز کیے جاچکے ہیں، اس ضمن میں اس کے اوپر جو الزامات عائد کیے جارہے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں، یہ سراسر اتہامات ہیں اور بعض ایسے ہیں جن میں کچھ حقیقت وصداقت تو ہے لیکن مبالغہ آرائی ورنگ آمیزی کے ذریعہ اس کی سنگینی میں اضافہ کر دیا گیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سادہ لوح عوام اس کی تہ میں جائے بغیر سعودی عرب کو مذہب اسلام کا دشمن اور عام مسلمانوں کا مجرم سمجھنے لگتے ہیں۔

کچھ حالیہ فیصلوں کا اختصار سے جائزہ لیا جارہا ہے جس سے واضح ہوگا کہ ان الزامات میں کہاں تک صداقت ہے اور کہاں کہاں اس معمولی کی بات کو ''اندیشۂ عجم'' نے ''زیب داستاں'' کے لیے بڑھا دیا ہے۔

اس وقت سب سے زیادہ احتجاج اس بات پر ہو رہا ہے

اور سعودی فرماں رواؤں پر تیز وتند حملے کیے جارہے ہیں کہ انھوں نے مدینہ منورہ میں دس سینماہال کھول دیے ہیں، اس الزام کی حقیقت کیا ہے آیئے جانتے ہیں۔

مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے مرکز عقیدت ہیں ان کی دید سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اوران کی یاد میں ان کے دل دھڑکتے ہیں اوران کی زیارت ہر صاحب ایمان کا خواب ہے، وہ مہبط وحی اور کاشانہ نبوت ہیں ان میں سے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف واقع ہے تو مدینہ منورہ میں آخری پیغمبر محمد ﷺ کی آخری آرام گاہ ہے،ان دونوں مقامات کے ساتھ عقیدت واحترام کے جذبات رکھنا ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے، یہ دونوں اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے قرار دیے ہوئے حرم ہیں، وہاں کفر والحاد کا کوئی کام نہیں ہوسکتا، جیسا کہ فرمان باری ہے ﴿.....وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾(الحج:۲۵) حرمین شریفین کے احترام کے تقاضوں کو ہر وہ مسلمان سمجھتا ہے جس کے دل میں ایمان کی ادنیٰ سی رمق ہے، جب اس بات کو ایک عامی اور جاہل بھی سمجھتا ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہاں کے ارکان سلطنت اور علماء وائمہ نہ سمجھتے ہوں اور حرمین کے احترام کے تقاضوں سے وہ ناواقف ہوں۔

میں نہیں سمجھتا کہ جن لوگوں نے اس افواہ کو ہوادی ہے کہ مدینہ منورہ میں سینماہال کھولنے کی اجازت دی گئی ہے وہ اس حقیقت سے ناواقف ہوں گے کہ یہ اجازت کس جگہ دی گئی ہے اگر وہ اس سے ناواقف ہیں تو بہتر ہے کہ اب جان لیں سینماہالس کھولنے کی اجازت نہ تو مدینہ منورہ میں دی گئی ہے نہ مکہ مکرمہ میں، نہ شہری آبادی کے اندراور نہ شہری آبادی سے باہر حدود حرمین کے اندر، یہ معلوم ہے کہ شہری آبادی کے کافی باہر تک حرمین کے حدود کی نشاندہی کی گئی ہے،ان حدود سے کئی مسائل کا تعلق ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے اندر غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع ہے اورالحادو بے دینی پر مبنی کوئی کام وہاں انجام نہیں دیا جاسکتا، اس سلسلہ میں کئی شرعی احکامات ومسائل مرتب ہوتے ہیں جن کی تفصیلات کا یہ موقع نہیں۔

دراصل مدینہ منورہ سے باہر بلکہ اس کے حرم کے حدود سے بھی کافی باہر ایک ایسے مقام پر سینماہال کھولنے کی اجازت دی گئی ہے جو ابھی تک غیر آباد اور صحرائی خطہ ہے، جہاں کوئی قابل ذکر انسانی آبادی نہیں، گذشتہ چند برسوں میں ولی عہد امیر محمد بن سلمان کی سربراہی میں وہاں بڑے پیمانہ پر معاشی اصلاحات کی گئی ہیں اور پٹرولیم کے متبادل آمدنی کے ذرائع تلاش کیے جارہے ہیں، اس مقصد سے ولی عہد محمد بن سلمان نے وژن ۲۰۳۰ء کا فکرہ پیش کیا اس وژن کے تحت ۲۰۳۰ء تک سعودی عرب کا پٹرول پر سے انحصار ختم کرنے کا منصوبہ ہے، اس منصوبہ کے تحت کئی جدید سہولیات سے آراستہ شہر بھی بسائے جارہے ہیں اور تفریحی مقامات اور پارکوں کی تعمیر وتزئین وآرائش کی جارہی ہے ان میں سے بعض پارکوں کا شمار دنیا کے سب سے بڑے اور جدید طرز پر آراستہ وپیراستہ پارکوں میں ہوتا ہے،اس کا مقصد ملک میں سیاحت کو فروغ دینا ہے اوراپنے شہریوں اور غیر ملکی سیاحوں کے لیے ان کو پرکشش بنانا ہے۔

چنانچہ اسی فکر کے تحت مدینہ منورہ اوراس کے حرم ومضافات حرم سے کافی باہر طریق ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ اور طریق ملک سلمان کے اتصال کے مقام پر ایک بڑا تجارتی مرکز بنانے کا اعلان کیا گیا، یہ جگہ حرم مدنی سے باہر بھی ہے اور وہاں کوئی قابل ذکر آبادی بھی نہیں ہے، اس منصوبہ کے تحت وہاں جدید سہولیات سے آراستہ مارکیٹس، بڑے بڑے مالس، کئی فائیو اسٹار ہوٹلس، تفریحی مقامات، خوشنما پارکس، تجارتی دفاتر اور دیگر شہری

ترقیات کے لوازمات کے ساتھ ساتھ دس سینما ہال بنانے کا بھی اعلان کیا گیا اور یہ اعلان آج سے تقریبا دس ماہ پہلے کیا جاچکا ہے، ان سینما ہالوں میں بنیادی طور پر سعودی عرب کی ثقافت اور اس کے کلچر سے متعلق دستاویزی فلمیں دکھائی جائیں گی اور عربی زندگی کی جھلکیاں پیش کی جائیں گی، ان میں لوگوں کی تفریح طبع اور دلچسپی کے لیے بسا اوقات مزاحیہ فلمیں بھی دکھائی جائیں گی۔

دراصل وژن ۲۰۳۰ء کے تحت سعودی عرب کا پٹرول پر سے انحصار ختم کرنے کے لیے اس کو ایک بڑے تجارتی ہب اور سیاحتی مرکز کے طور پر متعارف کرانے کا منصوبہ ہے، اس منصوبہ میں غیر ملکی سیاحوں اور سرمایہ کاروں کو راغب کرنے کے لیے ان کی دلچسپی کے لیے کئی طرح کی تفریحات کا بھی نظم کیا جارہا ہے لیکن وہ تفریحات کچھ اسی قسم کی ہیں جو براہ راست اسلامی تعلیمات سے متصادم نہیں ہیں، لیکن یہ بات بادی النظر میں اس قدر معیوب اور قابل اعتراض اس وجہ سے نظر آرہی ہے کہ اس سے پہلے وہاں اس طرح کی خرافات کا گزر نہیں تھا، لیکن وہاں سینما پر پابندی ہمیشہ سے نہیں تھی، بلکہ ۱۹۸۰ء تک وہاں سینما بینی اور فلموں کی نمائش کی اجازت تھی اور وہاں کے شہری ان فلموں سے لطف اندوز ہوتے تھے، لیکن آج سے تقریبا چالیس سال قبل اسی سعودی حکومت نے تفریحی سرگرمیوں میں نوجوانوں کی غیر معمولی دلچسپی کو معیوب سمجھتے ہوئے اس پر غیر معینہ مدت کے لیے پابندی عائد کردی یقیناً اس کا یہ ایک مبارک و مستحسن قدم تھا، اس کو سراہا جانا چاہیے تھا، لیکن سعودی مخالفین کا وہ ٹولہ جسے سعودی عرب کے وجود سے ہی نفرت ہے، اس نے اس پر زبان کھولنے کی ضرورت نہیں سمجھی اور اس کی تحسین نہیں کی، اب جب کہ چالیس سال بعد دوبارہ سینما ہالوں میں فلموں کی نمائش کی اجازت مل گئی ہے تو ان کی جانب سے اعتراضات کی بھرمار اور طعن وتشنیع کی بوچھار ہے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی جارہی ہے کہ سعودی عرب کے کچھ شہروں میں سینما ہالوں کو کھولنے کی اجازت اس کی تاریخ میں پہلی بار دی جارہی ہے۔

ہم سعودی عرب تو کیا کسی بھی اسلامی ملک میں سینما ہال کھولنے کی اجازت کی حمایت نہیں کرسکتے، یہ عمل ہر حال میں معیوب وناپسندیدہ ہے، لیکن یہ جان لینا ضروری ہے کہ پورا سعودی عرب ''حرم محترم'' نہیں ہے بلکہ حرمین کے اپنے حدود ہیں جن سے مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی واقف ہیں، حرمین کے علاوہ باقی جزیرۃ العرب کی حیثیت وہی ہے جو دبئی کی ہے، جو بحرین کی ہے اور جو مصر وشام کی ہے اور جو دیگر خلیجی ملکوں کی ہے البتہ جزیرۃ العرب کا جغرافیائی اعتبار سے اطلاق امارات، بحرین، عمان، یمن اور قطر وغیرہ تمام ممالک پر ہوتا ہے، یہ بات سعودی مخالفین کو اچھی طرح سے جان لینا چاہیے کہ یہود ونصاریٰ، ہنود ومشرکین اور دیگر غیر مسلمین کو ان ملکوں میں بسانا، انھیں شہریت دینا اور نعوذ باللہ وہاں ان کی عبادت گاہوں اور مندروں کو تعمیر کرنے کی اجازت دینا اسی قدر غلط ومعیوب ہے جس قدر حرمین کے علاوہ سعودی عرب کے دیگر علاقوں میں، لیکن جب دبئی میں مندر بنانے کی اجازت دی جاتی ہے بلکہ وہاں عالیشان مندر بنانے میں تعاون کیا جاتا ہے پھر اس کا خوبصورت ماڈل نریندر مودی کو بھینٹ کیا جاتا ہے تو اس پر اس قدر شور وغوغا اور واویلا نہیں مچایا جاتا، اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمنی کی وجہ نام نہاد اسلام پسندوں کی اسلام پسندی نہیں بلکہ سعودی عرب کے خلاف بغض وعناد ہے، جس کے لیے انھیں ہمیشہ مواقع کی تلاش رہتی ہے۔

سعودی سینما ہالوں کے متعلق یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اصل قابل اعتراض بات ہال یا اسکرین میں نہیں ہے بلکہ یہ اعتراض وہاں نمائش کے لیے پیش کی جانے والی فلموں پر ہونا چاہیے کیونکہ بڑے بڑے کانفرنس ہالوں میں، بڑی بڑی اسکرینوں پر تو ہر طرح کی متحرک تصاویر دکھائی جاسکتی ہیں

اوردکھائی جاتی ہیں اوردعوتی کاموں میں اس سے فائدہ بھی اٹھایا جاتا ہے لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ ان ہالوں میں فلمیں کس طرح کی دکھائی جاتی ہیں تو جیسا کہ سطور بالا میں عرض کیا گیا، ان میں بالعموم ثقافتی نوعیت کی فلمیں، عربی کلچر سے متعلق فلمیں، دستاویزی فلمیں یا پھر مزاحیہ فلمیں دکھائی جاتی ہیں، البتہ اس سے انکار نہیں کہ بعض انڈین، پاکستانی یا دوسرے ملکوں کی فلمیں بھی نمائش کے لیے پیش کی جاتی ہیں، لیکن ان کے لیے جو سنسر بورڈ وزارت الثقافت والاعلام کے تحت کام کرتا ہے، اس کی شرائط اس قدر سخت ہوتی ہیں کہ کوئی بھی ناپسندیدہ ومعیوب منظر ان کی باریک بیں نگاہوں سے بچ نہیں سکتا اور فحاشی کے مناظر ان کی سخت گرفت سے بچ جائیں یہ ممکن نہیں، اس سخت بندش اور کڑے سنسر شپ کے بعد جو فلمیں نمائش کے لیے پیش کی جاتی ہیں ان میں وہ باتیں نہیں باقی رہتیں جو انھیں حد درجہ معیوب اور قابل اعتراض بناتی ہیں جب کہ معترضین کا ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جو اپنے اپنے ملکوں میں عریاں مناظر وفحاشی کے سین حتی کہ بلیو فلموں کے خلاف بھی اس قدر موثر آواز نہیں اٹھاتا جس قدر سعودیہ کے خلاف وہ شمشیر برہنہ بنا رہتا ہے۔

حاشاوکلا ہم سعودی عرب میں فلموں کی نمائش کی قطعاً حمایت نہیں کرتے خواہ وہ کیسی بھی ہوں لیکن حقیقت پسندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو چیز جس قدر معیوب ہو اسی اعتبار سے اس پر اعتراض وتنقید بھی ہونا چاہیے، جھوٹ ومبالغہ آرائی کے ذریعہ اس کی حسّاسیت وسنگینی میں اضافہ کرنے سے گریز کیا جانا چاہیے، یہی انصاف کا تقاضا ہے۔

سعودی عرب میں فلموں کی نمائش کی اجازت دینے کے پیچھے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کافی تعداد میں تفریح پسند سعودی نوجوان اپنی ذہنی تفریح کی تسکین کے لیے پڑوسی ملکوں بحرین ودبئ وغیرہ جاتے رہے ہیں اور ایک رپورٹ کے مطابق اس پر سالانہ اربوں ریال خرچ ہوتا تھا، یہ ملک کا ایک خطیر سرمایہ ہے جواب نہ صرف یہ کہ ملک میں رہے گا بلکہ یہ فیصلہ باہر سے سرمایہ لانے کا سبب بنے گا جو ملک کی معیشت کے استحکام کا باعث ہوگا، سینمابینی کا ایک دوسرا پہلو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے، اس سے حکومت کے حالیہ فیصلوں کی اصل حقیقت یا ان کی شناعت کو سمجھنے میں مدد ملے گی، جیسا کہ اس کے مخالفین باور کرانے کی کوشش کررہے ہیں اور ان کی شناعت کو بڑھا چڑھا کر پیش کررہے ہیں۔

فلموں کو دیکھنے کی آسانی اور اس کے جدید وسائل تو ہمیشہ سے میسر رہے ہیں، ٹی.وی. اور انٹرنیٹ کے ذریعہ لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ کر، رہائشی ہوٹلوں میں اور بڑی ٹی.وی. اسکرینوں کے ذریعہ اجتماعی طور پر اور انفرادی طور پر پہلے بھی تفریح پسند لوگ بالخصوص نوجوان اپنے اس شوق کو پورا کرتے رہے ہیں، اگرچہ سعودی ٹیلی ویژن کے ذریعہ دینی وعلمی ودعوتی پروگرام ۲۴؍گھنٹے چلتے رہتے ہیں، جو لوگ ان سے استفادہ کرنا چاہیں ان کو اس کے مواقع میسر ہیں لیکن ساتھ ہی دوسرے عرب ملکوں کے، بالخصوص مصرودبئ کے تفریحی پروگرام اور وہاں کی فلمیں بھی دکھائی جاتی ہیں، بالی ووڈ کی فلمیں بھی میسر ہیں، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ اور ٹیبلیٹ میں بھی یہی سب سہولیات موجود ہوتی ہیں تو کہاں کہاں قدغن لگایا جاسکتا ہے؟ پھر سینماہالوں میں سخت پابندیوں کے ساتھ ان فلموں کی نمائش تو اس سے بدرجہا کم ضرررساں ہے، بات صرف اس قدر ہے کہ کون کس پروگرام کو دیکھنا چاہتا ہے اور اب تو انٹرنیٹ کی جگہ دستیابی وسہولیات کی بناپر یہ ساری فلمیں بلکہ انتہائی مخرب اخلاق چیزیں تو آدمی اپنے موبائل کے ذریعہ جیب میں لیے گھومتا ہے اور ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

کی طرح جب چاہے موبائل کو آن کر کے ایک کلک میں اپنے سارے شوق پورے کرسکتا ہے اور تمام جہانوں کی سیر کرسکتا ہے، پھر سینماہالوں کی اجازت کو ہی اس قدر معیوب بنا کر اور بڑھا چڑھا کر کیوں پیش کیا جارہا ہے، جہاں نسبتاً کم مخرب اخلاق فلمیں دکھائی جاتی ہیں، موبائل کے مختلف ایپس، اس کے پروگراموں اور یوٹیوب وغیرہ پر تو کوئی سنسر بھی نہیں لگایا جاسکتا، بات صرف سعودی عرب کو بدنام کرنے کے لیے مواقع کی تلاش کی ہے ورنہ سینماہالوں پر چالیس سالوں سے عائد پابندیوں کو ہٹا لینے سے کوئی نئی مصیبت نہیں آگئی ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ تفریح پسند لوگ ذہنی آسودگی کا سامان بآسانی پا کر اس سے زیادہ مضر اور مخرب اخلاق چیزوں سے باز رہیں، جیسا کہ اس سے پہلے دبئی و بحرین اور قاہرہ وغیرہ جا کر اپنا یہ شوق پورا کرتے رہے ہیں، جہاں ان کے اوپر کوئی نگراں نہیں ہوتا کہ کس طرح کی فلمیں دیکھتے ہیں۔

قصۂ مختصر یہ کہ سعودی عرب ہی نہیں کسی بھی اسلامی ملک میں سینماہالوں کا کھولا جانا اچھی بات نہیں، لیکن سعودی عرب میں سخت سنسرشپ کے ساتھ مردوں وخواتین کے لیے علاحدہ نشستوں کے انتظام سمیت کئی طرح کی پابندیاں عائد ہیں، جو اسے بڑی حد تک محفوظ بناتی ہیں، جب کہ دوسرے ملکوں میں ایسا نہیں ہے پھر بھی نشانے پر ہر بار سعودی عرب ہی رہتا ہے۔

گذشتہ سال ہر بار کی طرح ریاض میں ایک رنگارنگ کلچرل پروگرام منعقد ہوا، جس میں روایتی عربی موسیقی سے سامعین وشرکاء کو لطف اندوز ہونے کا موقع دیا گیا لیکن اس موقع پر بھی مخالفین نے جھوٹ ومبالغہ آرائی وافترا پردازی کا سہارا لے کر وہ طوفان بدتمیزی مچایا کہ الاماں والحفیظ۔ انھوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ ریاض میں سروں ودھنوں کا ایک بہت بڑا میلہ سجایا جارہا ہے اور رقص وموسیقی کی محفلیں سجانے کے لیے غیرملکی فن کاروں وگلوکاروں کو بلایا گیا ہے، جب کہ ایسا قطعاً نہیں تھا، بات صرف اتنی تھی کہ عربوں کا سالانہ فیسٹیول منعقد کیا جارہا تھا جس میں روایتی انداز میں، روایتی لباس میں عربی کلچر وثقافت کو دکھایا جارہا تھا یہ بات درست ہے کہ اس میں عربی موسیقی بھی شامل تھی تو یہ تو ایک عام بات ہے اور ایسا ہمیشہ ہوتا آیا ہے کہ اس طرح کے مواقع پر مقامی فن کار اپنے فن کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں، وہاں کئی سالانہ فسٹیول جنادریہ فیسٹیول، ریاض فیسٹیول، جدہ فیسٹیول اور مختلف ناموں سے مختلف فیسٹیول کا انعقاد ہوتا رہتا ہے، ان میں روایتی موسیقی کا بھی مظاہرہ ہوتا ہے، لیکن اس سے پہلے کبھی ایسے پروگراموں کو اس قدر قابل اعتراض نہیں سمجھا گیا اور ان پر ہنگامہ آرائی نہیں کی گئی۔

اس طرح کے ثقافتی پروگراموں کا انعقاد دنیا کے ہر ملک میں ہوتا ہے، ہمیں مغربی ملکوں اور غیراسلامی ملکوں سے بحث نہیں، بعض دیگر اسلامی ملکوں میں سعودی عرب سے کہیں زیادہ بڑے پیمانہ پر ہوتا ہے اور وہاں بھرپور طریقہ سے اختلاط مردوزن اور رقص وموسیقی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، رنگارنگ محفلیں آراستہ کی جاتی ہیں اور پتہ نہیں کن کن چیزوں کا دور چلتا ہے، جن میں ام الخبائث کا بھی دھڑلے سے استعمال کیا جاتا ہے، فحاشیت وعریانیت اور بے حیائی کے مناظر عام ہوتے ہیں، لیکن مجرم صرف سعودی عرب کو گردانا جاتا ہے، جہاں ایسی بے لگام آزادی، عریانیت وبے حیائی، اختلاط مردوزن اور اباحیت وفحاشی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، دراصل دل ونگاہ سعودی عرب کے خلاف بغض وحسد اور کینہ وکدورت سے لبریز ہیں، اس لیے ان کا بس نہیں چلتا کہ پورے ملک کو توپ کے دہانہ سے باندھ کر اڑا دیں۔

ابھی آج ۲۴؍اکتوبر کو جب کہ میں یہ سطور قلم بند کررہا ہوں، آج کا اردو اخبار روزنامہ ''انقلاب'' میرے سامنے ہے جس میں یہ خبر چھپی ہے کہ ''دنیا کے سب سے بڑے ثقافتی ایونٹ دبئی ایکسپو

۲۰۲۰ء کا آغاز‘‘خبر کے مطابق متحدہ عرب امارات میں دنیا کے سب سے بڑے ثقافتی ایونٹ دبئی ایکسپو۲۰۲۰ء کا ایک سال کی تاخیر سے رنگا رنگ افتتاح ہوگا، غیر ملکی خبر رساں ایجنسی کے مطابق یہ مشرق وسطیٰ کی پہلی ایسی عالمی نمائش ہے جس میں۱۹۰/سے زیادہ ممالک شریک ہورہے ہیں، یہ عالمی نمائش ’’دبئی ایکسپو‘‘ یکم اکتوبر ۲۰۲۱ء سے۳۱/مارچ۲۰۲۱ء تک یعنی پورے ۶/ماہ تک جاری رہے گی، اس ایکسپو کے انعقاد پر پورے ۸/ارب ۶۰/کروڑ ڈالر کا خرچ آئے گا۔ (روزنامہ انقلاب ۲/اکتوبر ص:۱۲، عالمی خبریں)

کیا اگر یہی چیز سعودی عرب میں ہوئی ہوتی اور وہاں اس طرح کے عالمی ایونٹ کا انعقاد کیا جاتا اور اس پر ساڑھے آٹھ ارب ڈالر سے زیادہ کے مصارف ہوتے تو اس عیش کوشی اور اسراف وفضول خرچی کے لیے اس کو معاف کردیا جاتا ؟ بلکہ ہوتا یہ کہ اس کام میں اپنے معمول کے مطابق پتہ نہیں اور کن کن جرائم کا اضافہ کردیا جاتا اور پورا بریلوی، اخوانی اور تحریکی ٹولہ ان کردہ وناکردہ گناہوں کے لیے اسے قابل گردن زنی ہونے کا فیصلہ سنادیتا، لیکن چونکہ وہ دبئی ہے، جہاں مندر بنانے اور اس کا ماڈل مودی کو بھینٹ کرنے پر بھی ان کی زبانیں نہیں کھلتیں تو اس کے بالمقابل تو یہ بہت چھوٹی بات ہے اور بہت ممکن ہے کہ ایسے لوگ اس خبر پر خوشی سے اچھل ہی پڑیں کہ ماشاء اللہ! دنیا کے سب سے بڑے ثقافتی ایونٹ کی توفیق ایک اسلامی ملک کو حاصل ہوئی ہے، لیکن اس سے بہت کم تر کسی ثقافتی پروگرام یا فیسٹیول کی اجازت آپ سعودی عرب کو نہیں دے سکتے، خوبیوں واچھائیوں اور عیوب ونقائص کو ناپنے کا پیمانہ ایک ہونا چاہیے، بغض وحسد کا ایسا بے لگام اظہار مناسب نہیں اور دل میں ایسے کینہ وکدورت کو پالنا درست نہیں ’’قد بدت البغضاء من افواھم وماتخفی صدورھم اکبر‘‘۔

چند برسوں قبل سعودی عرب کی تاریخ میں شاید پہلی بار خواتین کو گاڑی ڈرائیو کرنے کی اجازت مل گئی اور شاید ابھی تک یہ دنیا کا پہلا ہی ملک رہا ہوگا جہاں عورتوں کو گاڑی چلانے کی اجازت اب تک حاصل نہیں تھی، ورنہ کویت، قطر اور دبئی وبحرین وغیرہ خلیجی ممالک میں تو بڑی تعداد میں خواتین گاڑی ڈرائیو کرتی ہیں، سعودیہ میں بھی ایک عرصہ سے اس کا مطالبہ کیا جارہا تھا، حقوق انسانی کی تنظیموں کی طرف سے بھی اس پر زور دیا جارہا تھا کہ عورتوں کے ساتھ اس طرح کا صنفی امتیاز روا نہ رکھا جائے اور ان کو اور مزید کچھ فیلڈ میں کام کرنے کی اجازت دی جائے، ڈرائیونگ بھی انھیں میں سے ایک ہے۔محمد بن سلمان نے عورتوں اور بعض دوسرے حلقوں کا یہ دیرینہ مطالبہ پورا کردیا اور بہت کڑی شرائط کے ساتھ ان کے لیے ڈرائیونگ لائسنس جاری کرنے کی ہدایت دے دیں، جس سے خواتین کے اس حلقہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی جو گاڑی چلانے کی خواہش مند تھیں یا ان کی مجبوری تھی، اس کے ساتھ مکمل ساتر لباس اور پردہ وحجاب کی پابندی کی بھی شرط تھی، جس پر عمل ہوتے ہوئے بآسانی دیکھا جاسکتا ہے اور خواتین کو شرعی حجاب اور ساتر لباس میں گاڑی چلاتے ہوئے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اور بسا اوقات وہ برقع واسکارف کے ساتھ اس حال میں گاڑی چلاتی ہیں کہ ان کی صرف آنکھیں کھلی رہتی ہیں، جب کہ دیگر اسلامی ممالک میں یہ شرائط اور اہتمام نہیں ہیں، آخر اس میں معیوب بات کیا ہے؟ اور اس پر اس قدر طوفان بدتمیزی مچانے کی کیا تُک ہے کہ جیسے اس فیصلہ سے اسلام کی بنیادیں ہل گئیں اور اس کے وجود کو خطرہ لاحق ہوگیا، کیا قرون اولیٰ میں بوقت ضرورت خواتینِ ملت اسلامیہ اونٹ اور گھوڑوں کی سواری نہیں کرتی تھیں؟ اور کیا میدان جنگ میں زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے کی خدمات نہیں انجام دیتی تھیں؟ دراصل یہ کچھ لوگوں کا خبث باطن ہے، جو بار بار نکل کر باہر آجاتا ہے۔

یہ وہی لوگ ہیں کہ جب سعودی عرب میں عورتوں کو کافی سخت بندشوں میں رکھا جارہا تھا اوران کوئی طرح کی پابندیوں کا سامنا تھا تو یہی لبرل حضرات اس کوعورتوں پرظلم اورحق تلفی وناانصافی قرار دیتے ہوئے حقوقِ انسانی کی ان تنظیموں کی تائید کرتے اوران کی ہاں میں ہاں ملاتے نظر آتے تھے جوعورتوں کی بے لگام آزادی اور مساوات مردوزن کا مغربی فلسفہ یہاں مسلط کرنا چاہتے تھے، یہاں تک کہ جب اسی فلسفہ پر کار بند ہوکر عورتوں کے حقوق کے مطالبہ کے لیے بعض خاتون نمائندگان سڑکوں پر آئیں اور آزادی وبے حجابی کا نعرہ بلند کیا جس پر حکومت نے انھیں گرفتار کیا تو اسے بھی ان لوگوں نے ظلم قرار دیا، یعنی عورتوں کی آزادی اور پابندی دونوں پر انھیں اعتراض ہے گویا چت بھی اپنی پٹ بھی اپنی۔

حکومت نے گذشتہ چند برسوں میں عورتوں کے بہت سے جائز مطالبات تسلیم کیے ہیں، اسی ضمن میں انھیں کئی شعبوں میں ملازمت اور بغیر کسی مرد کی نگرانی کے اپنا ذاتی کاروبار کرنے کی اجازت بھی شامل ہے، اس میں کون سی قابل اعتراض یا قابل ملامت بات ہے عقل سمجھنے سے قاصر ہے، خواتین ملت حتی کہ امہات المؤمنین بھی دورنبوی میں اپنا ذاتی کاروبار کرتی تھیں، ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ سے نکاح سے پہلے بھی اور آپ ﷺ کے عقدزوجیت میں آنے کے بعد بھی اپنا ذاتی کاروبار کرتی تھیں، بس شرط صرف یہ کہ پردہ وحجاب کی مکمل پابندی ہو، مردوزن کا اختلاط نہ ہو، تنہائی میں کسی سے ملنے کا امکان نہ ہو اور کاروباری سوجھ بوجھ بھی ہو، پھر اگر ایسی ہی بعض ضروری شرائط کے ساتھ مسلم خاتون یا سعودی خاتون اپنا بزنس کر رہی ہو تو دوسروں کے لیے مسئلہ کیا ہے؟ بات صرف اسی قدر ہے کہ اس سے پہلے اس کی آزادی اسے نہیں حاصل تھی، تو جب یہ آزادی مل گئی تو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے۔

ان بعض باتوں کے علاوہ جن میں زیادہ تر کا تعلق عورتوں کی آزادی سے ہے، سعودی عرب پر ایک سنگین الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ اس کے اسرائیل اور امریکہ کے ساتھ بہت گہرے روابط ہیں، یہ موضوع کسی قدر تفصیل کا طالب ہے اور اس میں کتنا فسانہ اور کتنی حقیقت ہے اس بات کی ضرورت ہے کہ اسے ایک علاحدہ مضمون میں بیان کیا جائے، لہذا اسی خصوصی شمارہ میں راقم الحروف کے ہی دوسرے مضمون میں قارئین ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

دراصل سعودی ولی عہد، نائب رئیس الوزراء اور وزیر دفاع محمد بن سلمان نئی نوجوان نسل سے تعلق رکھتے ہیں، جوش وجذبہ اور ہمت وولولہ سے معمور ہیں، وہ سعودی عرب کی معاشی ترقی اور دفاعی مضبوطی کے لیے خاص وژن (نقطۂ نظر) رکھتے ہیں ضروری نہیں کہ پُرانے خیالات کے لوگ ان کے ہر فیصلہ سے اتفاق کریں، خود سعودی عرب میں بھی کچھ دینی اقدار اور پرانی سعودی روایات پر کاربند لوگ ان کو زیادہ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے، لیکن اس بدیہی حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ سعودی عرب بھی اسی دنیائے ربع مسکون اور اسی عالم رنگ وبو کا ایک حصہ ہے، اگر وہ اپنے پرانے خیالات، عربی روایات اور قدیم اقدار پر سختی کے ساتھ قائم رہتا ہے تو اسے دنیا کی طرف سے پابندیوں وبائیکاٹ کا سامنا بھی کرنا پڑسکتا ہے اور حقوق انسانی کی تنظیمیں بھی قدم قدم پر اس کی راہ میں روڑے اٹکا سکتی ہیں اور اس پر بندشیں لگا سکتی ہیں، اس کو دنیا کے ساتھ سیاسی وتجارتی رشتے قائم کرنے ہیں، اس کو اپنے یہاں انویسٹرس کو سرمایہ کاری کی دعوت دینی ہے تا کہ اس کی معاشی ترقی کی راہیں ہموار ہوں تو اس کے لیے کچھ نہ کچھ ماحول اس طرح کا بنانا ہوگا کہ اس پر بیک ورڈ اور رجعت پسند ہونے کا لیبل نہ لگایا جاسکے، بلکہ اس کو اپنی ترقی

پسندی اور وسیع النظری کا ثبوت دینا ہوگا تاکہ دنیا اس کے ساتھ معاملات کرنے سے نہ کترائے۔

کیا جو لوگ سعودی عرب کے ان حالیہ اقدامات کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں بلکہ سعودی عرب کے خلاف عمومی بغاوت کی حمایت کرتے ہیں، بلکہ مولانا سلمان حسینی ندوی جیسے لوگ علی الاعلان اس کی دعوت دیتے ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے پُرانے خیالات اور پُرانی شدت پسند روش پر قائم رہ کر دنیا سے اپنا رشتہ منقطع کرلے اور عالمی برادری میں اچھوت بن کر رہ جائے، جس طرح آج افغانستان میں طالبان کی حکومت کو قائم ہوئے ڈیڑھ ماہ سے زائد کا عرصہ ہوگیا لیکن تادم تحریر دنیا کے کسی ایک بھی ملک نے اس کو تسلیم نہیں کیا اور اس کے ساتھ تجارتی وسیاسی رشتے نہیں قائم کیے۔

اگر سعودی عرب کے ساتھ بھی اللہ نہ کرے اس طرح کا معاملہ ہوتا تو پھر اس کے یہی مخالفین اسے عالمی مصالح سے نابلد اور سیاسی بصیرت سے عاری قرار دیتے اور سعودی حکام کو احمق و بیوقوف اور بدّو کا خطاب دیتے، جیسا کہ پہلے بھی اسے ایک رجعت پسند اور قدامت پسند ملک کہا جاتا رہا ہے، خاص طور سے اس کے مخالفین میں جو بہت زیادہ آزاد خیال ولبرل ہیں۔

ایک چھوٹی سی مثال پر اکتفا کرتا ہوں کہ جب سعودی عرب اپنے دفاع پر کم توجہ دیتا تھا اور اسلحوں کی خریداری پر کم بجٹ مختص کرتا تھا تو اسے یہی طبقہ نادانی اور بزدلی قرار دیتا تھا اور سعودی فوجیوں کو آرام طلب اور ائر کنڈیشن بیرکوں میں رہنے کا عادی کہتا تھا، پھر جب سعودی عرب نے محمد بن سلمان کے وزیر دفاع بننے کے بعد اپنی دفاعی قوت اور فوجی بجٹ میں بے تحاشا اضافہ کرلیا اور فوجی تربیت ومہارت کا حیرت انگیز ثبوت دیا تو یہی طبقہ اسے امریکہ کی دلالی اور فضول خرچی کہتا ہے اور اس کے وہ فوجی جنھیں آرام طلب کہا جاتا تھا انھوں نے میدان جنگ میں اپنی ایسی عسکری صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا کہ ایران کے عزائم خاک میں ملا دیے اور ایرانی حمایت یافتہ اور اس کے اسلحوں سے لیس حوثیوں کے ہزاروں میزائلوں اور ڈرون حملوں کو ناکام بنا دیا اور ہدف تک پہنچنے سے قبل انھیں تباہ وبرباد کردیا اور یہ ثابت کردیا کہ اگر آل سعود کو حرمین کی تولیت کا شرف حاصل ہے تو وہ اس کی حفاظت کرنا بھی جانتے ہیں، دنیا جانتی ہے کہ سعودی عرب کا مقابلہ یمن کی جنگ میں محض حوثی باغیوں سے نہیں ہے بلکہ حوثی تو صرف آلۂ کار ہیں اصل جنگ ایران سے ہے، جو سعودی عرب ہی نہیں خلیجی خطہ کے ہر ملک سے طاقتور سمجھا جاتا تھا، ایران، عراق جنگ میں اس نے اسے ثابت بھی کردیا تھا کہ ایک طرف ایران اور ایک طرف عراق اور اس کی پشت پر پورا خلیجی خطہ لیکن اس کو زیر نہیں کیا جاسکا، یمن کی جنگ میں فتح وشکست کا تجزیہ کرنے کے لیے ایک علاحدہ مضمون درکار ہے۔

فی الحال سعودی عرب پر لگائے جانے والے بعض الزامات کی حقیقت پر اختصار سے روشنی ڈالی گئی، جب کہ یہ سارے موضوعات تفصیل کے طالب ہیں، حالانکہ الزامات اور بھی ہیں بلکہ ان کی طویل فہرست ہے کیونکہ کچھ الزامات میں کسی قدر صداقت ہے، لیکن ان کو ان کے سیاق وسباق اور پس منظر سے کاٹ کر انھیں حد درجہ سنگین بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور کچھ الزامات اپنے گھروں ودفتروں میں بیٹھ کر گڑھے جاتے ہیں۔

بہرحال ہم رب ذوالجلال سے یہ دعا کرتے ہیں کہ مملکت توحید کا دینی واسلامی کردار تادیر باقی رہے اور اللہ اس کے بے بصیرت مخالفین ومعاندین کو سمجھ عطا فرمائے۔ (آمین)

۞۞۞

مقالات: مولانا عبدالحفیظ ندوی

مملکت سعودی عرب: خدمات اور چیلنجز

سعودی مملکت امت مسلمہ کا دھڑکتا دل ہے، جو ایک خالص اسلامی حکومت ہے جس کی بنیاد کتاب وسنت کی تعلیمات پر استوار کی گئی ہے، توحید خالص، عقیدہ صحیحہ اور منہج سلف صالح کی ترویج اور جملہ امور میں قرآن وحدیث کی بالادستی اس کا طرۂ امتیاز ہے، انسانیت نوازی، خدمت خلق، تحفظ حقوق، تعاون وہمدردی، ایثار وقربانی، خیر خواہی وخیر سگالی جس کی شناخت ہے، عدل وانصاف، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور امن وشانتی اس کی پہچان ہے۔

حرم مکہ میں عبادت اور ایک وقت کی نماز دوسری مساجد میں ایک لاکھ نماز سے افضل ہے اور مسجد نبوی میں ایک نماز دوسری مساجد میں ایک ہزار نماز سے بہتر ہے، سوائے مسجد حرام کے، غرض یہ کہ اسلامی تاریخ کا زریں باب مکۃ المکرّمہ، مدینۃ المنورۃ اور اس کے اطراف وعلاقوں پر محیط ہے۔

ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود نے اپنے وفادار رفقاء کے پُرخلوص تعاون سے ۱۹۳۲ء میں جدید سعودی عرب کی بنیاد ڈالی تھی، آج پوری دنیا میں اسی ملک کی مثال دی جاتی ہے کہ استحکام، خوش حالی اور امن وامان کے معاملہ میں اس کا کوئی ہم پلہ اور ثانی نہیں ہے، پہلے حجاج کرام اور معتمرین کے قافلے لوٹ لیے جاتے تھے، غربت وجہالت عام تھی، حجاج کرام پر بہت زیادہ ٹیکس لگایا جاتا تھا، بدامنی، قتل، لوٹ مار، ظلم وجارحیت سے لوگوں کا بُرا حال تھا، ۱۹۳۸ء میں تیل کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے مملکت سعودی عرب میں تیل کے ایسے ذخائر پیدا کردیے کہ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی نے اس کو ترقی اور عروج کے بام تک پہنچادیا، سالانہ بجٹ کا مکمل ۲۵٪ تعلیم کے لیے مختص ہوتا ہے، تمام شہریوں کو اسکول سے لے کر جامعات تک مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ دینی وعصری علوم کے لیے یونیورسٹیاں قائم کی گئیں، جہاں پوری دنیا کے مسلم وغیر مسلم ممالک میں بسنے والے مسلم طلبہ بغرض تعلیم آتے ہیں، سعودی عرب ان طلبہ کو نہ صرف مفت کتب ورہائش دیتا ہے بلکہ ہر طالب علم کو تقریبا ساڑھے آٹھ سو ریال دیا جاتا ہے، اسی طرح ان طلبہ کو ہر سال اپنے ملک میں چھٹیاں منانے کی غرض سے آمدورفت کا ہوائی ٹکٹ دیا جاتا ہے، حج کے موقع پر لاکھوں حجاج اور معتمرین کو ان کی مادری زبان میں لٹریچر، کیسٹس، سی ڈیز اور قرآن کریم بطور ہدیہ دیے جاتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود رحمہ اللہ نے حرمین شریفین کے معاملات پر خصوصی توجہ دی، چنانچہ انھوں نے مرمت کا حکم دیا جس کے تحت حرم میں سنگ مرمر لگایا گیا، نئے سرے سے رنگ کیا گیا، دروازے اور برآمدوں کے فرش درست کیے گئے، یہ پہلے بادشاہ ہیں جنھوں نے سعی والی گلی کا فرش لگوایا اور اس کے اوپر سائبان کی تجدید کرائی، دروازوں کی تعداد بڑھائی گئی، اس طرح سعودی دور کی پہلی توسیع میں ۱۵۳،۰۰۰ مربع میٹر کا اضافہ کیا گیا اور مسجد حرام کا کل رقبہ ۱۸۰،۸۵۰ مربع میٹر ہوگیا گویا اس توسیع کے بعد مسجد کا رقبہ چھ گنا بڑھ گیا۔

ملک عبدالعزیز کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ پہلے حرم میں مختلف مکتب ہائے فکر کے ائمہ کی الگ الگ اپنی

جائے نماز ہوتی تھی، سب سے پہلے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پیروکار نماز ادا کرتے تھے، ان کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ کے ماننے والے اور پھر امام مالک رحمہ اللہ کے متبعین اسی طرح سب سے آخر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے طریق پر چلنے والے اپنی نماز ادا کرتے تھے، ہر مصلے کا الگ الگ امام مقرر کرنے کی بدعت عثمانیوں نے شروع کی تھی، جو کہ ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ کی آمد تک جاری رہی، انھوں نے وہ تمام طریقے ختم کر دیے جو مسلمانوں کی زندگی میں افتراق اور تلخی کے زہر گھول رہے تھے اور تمام امور کو رسول اللہ ﷺ اور سلف صالحین کے عہد کی طرف لوٹاتے ہوئے مسلمانوں کو ایک امام کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

ملک عبدالعزیز ایک مرتبہ اسپین کے دورے پر گئے حکمرانی کے آداب میں سربراہ، سربراہ کا استقبال کرتا ہے اور ہر جگہ ساتھ رہتا ہے لیکن ملک عبدالعزیز ایک غریب بادشاہ تھے اس لیے اس نے اپنے گورنر کو آپ کے ساتھ کر دیا، قرطبہ کی تاریخی مسجد دیکھی، نماز کا وقت ہو گیا تو ادائیگی نماز کا ارادہ کر لیا، گورنر نے کہا ''اس کے لیے اجازت درکار ہے'' ملک غصے سے بھڑک اٹھے کہا ''میرے رسول ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی مسجد میں عیسائیوں کو عبادت کرنے کا موقع دیا اور تم میرے اسلاف کی مسجد میں اجازت کی بات کرتے ہو اور پھر اپنے مصاحب سے کہا ''قم یا بلال فاذن'' ''اے بلال! ''اٹھو اذان دو'' پھر باجماعت نماز ادا ہوئی، سوانح نگار کہتا ہے کہ سقوط اندلس کے پانچ سو سال بعد مسجد قرطبہ میں اذان کے ساتھ باجماعت نماز کا یہ منفرد واقعہ ہے۔

فلسطین کے تعلق سے تقریباً ساٹھ سال قبل ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ میں امریکی صدر ہیری ٹرومین کے جواب میں آپ نے تحریر کیا تھا جو آپ کی ہمت وجرأت اور فلسطینی کاز سے آپ کی بے حد دلچسپی اور اعلیٰ غیرت کا پتہ چلتا ہے، ''جہاں تک آپ نے جن باہمی اقتصادی مصلحتوں کا ذکر کیا ہے جن سے میرا اور آپ کا ملک جڑا ہوا ہے تو یاد رکھیے کہ یہ اقتصادی مفادات میرے نزدیک پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے، میں ان اقتصادی مفادات کو قربان کر سکتا ہوں مگر یہ مجھے منظور نہیں کہ اس کے بدلے فلسطین کی ایک بالشت زمین بھی مجرم یہودیوں کے ہاتھوں فروخت کر دوں، اللہ تعالیٰ اس بات پر گواہ ہے کہ میں تیل کے ان کنوؤں کو بند کر سکتا ہوں تیل کے یہ کنوئیں اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں ہیں جو اس نے آج جاری فرمائی ہیں، لہٰذا ہم ان کو کبھی بھی عذاب الٰہی میں تبدیل کرنا نہیں چاہتے، میں نے اس سے قبل کئی دفعہ ساری دنیا پر یہ بات واضح کر لی ہے کہ میں اپنے تمام بیٹوں سمیت فلسطین کے لیے لڑنے مرنے پر تیار ہوں اس کے باوجود میرے لیے تیل کے یہ کنوئیں میری اپنی جان اور میری اولاد سے کیسے عزیز تر ہو سکتے ہیں؟ قرآن مجید جس پر ہمارا ایمان ہے جو ہماری زندگی ہے اور جس پر ہم اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں، اس کتاب میں تورات اور انجیل کی طرح یہود قوم پر لعنت کی ہے یہی قرآن مجید ہم پر اس امر کو فرض قرار دیتا ہے کہ ہم اپنی جانوں اور مالوں کے ذریعہ اس مقدس سرزمین کو یہودی دخل اندازی اور تسلط سے باز رکھیں، جس میں کوئی اور راستہ نہیں۔''

اس کے علاوہ ملک عبدالعزیز نے کتاب وسنت کی رُو سے شرک وبدعات اور غلط عقائد سے سعودی معاشرہ کو پاک کیا، لیکن دشمنوں نے عصبیت اور جہالت کی بناء پر ان کے اس دینی زریں خدمات کو مقامات مقدسہ کی توہین سے تعبیر کیا، لوگ پختہ قبروں اور قبوں کو پوجتے تھے، موصوف نے ان تمام قبروں کو جو قبہ نما بنی ہوئی تھیں ان کو ڈھا دیا تھا جہاں شریعت سے بے خبر عوام غیر شرعی کام کرتے تھے اور ان کو عام سادہ قبروں کی طرح بنا دیا تھا تا کہ لوگ

مزید گمراہی اور ضلالت کا شکار نہ ہوں، کیوں کہ اپنی زندگی میں ملک عبدالعزیز نے وہی کام کیا جو رسول اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں کیا تھا، اور جسے بعد میں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں کیا، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ابوالہیاج اسدی کو یہ فرمایا کہ ”کیا میں تمھیں اس کام پر مامور نہ کروں جس پر رسول اکرم ﷺ نے مجھے مامور کیا تھا اور وہ یہ ہے کہ جاؤ جو بھی تصویریں (تمثال) تمہیں نظر آئیں اسے مٹادو اور جو قبر اونچی ہو اسے برابر کردو۔(صحیح مسلم:۳۳/۹۶۹)

ملک عبدالعزیز کی وفات کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے سعود بن عبدالعزیز تخت نشین ہوئے، انھوں نے اپنے والد کے شروع کیے گئے ترقیاتی کاموں کو جاری رکھا، مکہ میں ایک طاقت ور ریڈیو اسٹیشن قائم کیا، تیل سے ہونے والی آمدنی میں مزید اضافہ ہوا، مکہ و مدینہ اور دوسرے شہروں کے درمیان پختہ سڑکیں تعمیر کی گئیں، صنعتوں کو فروغ حاصل ہوا، دمام اور جدہ کی بندرگاہوں کو جدید طرز پر تعمیر کیا گیا اور ان کا ایک بڑا کارنامہ ۱۹۵۵ء میں مسجد نبوی اور حرم کعبہ کی توسیع ہے، جس کی تعمیر پر ۳۵؍کروڑ ریال صرف ہوئے۔

جنگ عظیم کے زمانہ میں سعودی وزیر خارجہ شہزادہ فیصل بن عبدالعزیز ۱۹۵۵ء میں دوطرفہ تعلقات کی بنیاد ڈالنے کے لیے ہندوستان تشریف لائے، اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد سعودی فرماں روا ملک سعود بن عبدالعزیز نے ۱۷ دنوں کا طویل دورہ ہمارے ملک ہندوستان کا کیا، اس وقت ملک کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو تھے۔

اس مناسبت سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے صدر جناب مولانا عبدالوہاب آروی نے لال قلعہ دہلی میں استقبالیہ دیا تھا اس موقع پر مولانا عبدالغفور صاحب بسکوہری رحمہ اللہ (سابق استاد جامعہ دارالحدیث رحمانیہ) نے عربی میں ایک قصیدہ پیش کیا تھا، موصوف نے بنارس کا بھی دورہ کیا۔

تقسیم ہند کے نتیجہ میں غیر یقینی حالات پیدا ہونے کے باوجود راستے میں دکھائی دینے والی مندروں کو کپڑوں سے ڈھک دیا گیا تھا جن پر کلمہ طیبہ جلی حروف سے لکھا گیا تھا، اسی موقع پر حفیظ بنارسی نے شعر کہا تھا ؎

اک ادنیٰ غلام ان کا آیا تھا بنارس میں
منھ اپنا چھپاتے تھے کاشی کے صنم خانے

ملک سعود کے عہد میں ملک ترقی کر رہا تھا لیکن سوء اتفاق فضول خرچیوں نے ملک کے لیے بہت مسائل پیدا کردیے، اس کے ساتھ عرب دنیا میں انقلابی نوعیت کی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھی، انتہا پسندانہ قوم پرستی، نسل پرستی، مذہب سے بیزاری، بعث. پارٹی، غیر اسلامی افکار اور سوشلزم کے عروج کا بھی دور تھا۔

ملک سعود میں اتنی صلاحیت اور تدبر نہیں تھی کہ وہ ملک کو ان اندرونی اور بیرونی خطرات سے نجات دلاسکیں، چنانچہ شاہی خاندان اور علماء کے دباؤ کے تحت ۱۹۵۸ء کو ملک سعود نے تمام ملکی اختیارات اس وقت کے وزیر خارجہ اور حجاز کے گورنر شہزادہ فیصل کے حوالے کردیا اور اس طرح ۲۹؍اکتوبر ۱۹۶۴ء کو امیر فیصل وہاں کے بادشاہ نامزد کردیے گئے، شاہ فیصل نے اقتدار سنبھالنے کے بعد حکومت کو زیادہ عوامی رنگ دینے کی کوشش کی، شاہی خاندان کے اخراجات مقرر کردیے اور زیادہ رقم تعلیم، ترقیاتی اور رفاہی کاموں پر خرچ کی جانے لگی۔

وزارت میں شاہی خاندان سے زیادہ عوام سے وزراء لیے گئے، موصوف کے گیارہ سالہ دور میں ترقی کے کام اس کثرت اور تیزی سے انجام دیے گئے کہ سعودی عرب دنیا کے پسماندہ ترین ممالک کی فہرست سے خوشحال اور ترقی یافتہ

ممالک کی صف میں شامل ہوگیا۔

شاہ فیصل نے اسلامی ممالک کے مسائل حل کرنے کے لیے اقتصادیات تعلیم اور دوسرے موضوعات پر ماہرین کی عالمی کانفرنس طلب کیں اور مسلم نوجوانوں کو مدعو کیا ان تمام کارروائیوں سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا کہ وہ ایک دوسرے کے مسائل اور مشکلات کو بہتر طور پر سمجھ سکیں اور ان کو حل کرنے کے لیے ایک مشترکہ لائحۂ عمل طے کر سکیں، اس لیے انھوں نے رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے نام سے ایک تنظیم کا قیام کیا، آہستہ آہستہ یہ تنظیم ایک موثر تنظیم بن گئی اور یہ اس قابل ہوگئی کہ سعودی کی مالی امداد سے دنیا میں دعوتِ اسلامی کو عام کر سکے اور مسلمان اقلیتوں کی مدد کر سکے اس کا ایک ذیلی ادارہ "اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ" بھی ہے جو وقتا فوقتا سیمینار منعقد کرتا ہے جس میں امت کو درپیش جدید مسائل پر دانشوران ملت اور علمائے کرام غور و فکر کر کے ان کا صحیح اسلامی حل تلاش کرتے ہیں، اسلامی تعلیمات کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے میں یہ ادارہ بڑا معاون ثابت ہوا، اس کے علاوہ تنظیم اسلامی کانفرنس (O.I.C.) اور عرب لیگ وغیرہ کا قیام ہوا، یہ سارے ادارے عرب اور مسلمانان عالم کے مفادات کی حفاظت کے لیے پابند عہد ہیں۔

بنگلہ دیش، نیپال اور افریقی ممالک میں پل، سڑک، نہر وغیرہ کی تعمیر، اشیاء خورد و نوش اور دواؤں کی فراہمی جیسے بے شمار کام ہو چکے ہیں۔ شاہ فیصل ایک مدبر سیاست داں کے طور پر مشہور رہے۔

فلسطینیوں کی کاز کی حمایت میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے ان کی بھرپور مدد کی مغربی ممالک اور خاص طور پر امریکہ کی پشت پناہی میں اسرائیل کے بڑھتے ہوئے مظالم کو روکنے کے لیے ایک مرتبہ ۱۹۷۳ء میں عرب ممالک نے سعودی عرب کی قیادت میں امریکہ اور مغربی ممالک کو تیل کی سپلائی پر پابندی لگادی تو اس کے ردعمل میں اس وقت کے امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے ملک فیصل کو یہ دھمکی دی کہ ہم تمہارے تیل کے تمام کنوؤں پر قبضہ کر لیں گے ان کی دھمکی کا جواب جس جرأت و ہمت سے دیا وہ آج بھی تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے کہ ہم کھجور کھاتے اور اونٹوں پر سفر کرتے تھے، ہم پھر اسی قدیم طرز زندگی میں لوٹ آئیں گے لیکن تمہارا فضاؤں میں پرواز کرنا دوبھر کر دیں گے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

بادشاہ ہو کر بھی آپ نے بڑی سادگی سے زندگی بسر کی وہ صرف سعودی مملکت کے بادشاہ نہ تھے بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے مشفق باپ اور وفادار دوست تھے ان کی حیثیت عالم اسلام اور مسلمانوں کے لیے ایک سایہ کی تھی، آپ ایک موحد حکمراں اور کتاب و سنت کے سچے متبع تھے، شاہ فیصل نے غلامی کی رسم کو جو اب تک سعودی عرب میں رائج تھی ختم کر دیا۔

۱۹۷۴ء میں جب شاہ فیصل پاکستان گئے تو اس وقت کے پاکستانی وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو انھیں ساہیوال کے مزار پر لے گئے اور درخواست کی کہ یہاں سلام پیش کریں، ملک فیصل نے اس وقت سنہری الفاظ کہے "کہ قبروں کو مزار بنا کر پوجنا اور ان کے آگے جھکنا اگر جائز ہوتا تو ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا روضۂ مبارک ہے اسے ہم سونے کا بنا کر پوجتے۔"

ملت اسلامیہ کے لیے یہ کسی عظیم حادثہ سے کم نہیں تھا کہ مارچ ۱۹۷۵ء کو ان کے ایک بھتیجے "مساعد" نے جو امریکہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا عید کی مبارک باد دینے کی غرض سے شاہی دربار میں داخل ہوا اور مغربی ممالک خصوصا امریکی سی آئی اے کا

ایجنٹ بن کر شاہ فیصل کو شہید کر دیا، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

ان کے بعد خالد بن عبدالعزیز خلیفہ نامزد ہوئے آپ ایک بالغ نظر سیاست داں کے ساتھ ساتھ بڑے نرم دل اور بہترین سیرت کے مالک تھے، آپ کے دور میں سعودی مملکت نے ہر میدان میں کامیابی حاصل کی، ایک عرصہ تک بیمار رہنے کے بعد ۱۹۸۲ء میں انتقال کر گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

ان کے بعد شاہ فہد بن عبدالعزیز کا دور آیا، آپ نے اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ جدید فنی تعلیم کے لیے بھی بہت سی یونیورسٹیاں قائم کیں، ان میں سرفہرست ملک فہد یونیورسٹی برائے پٹرولیم معدنیات شامل ہے، آپ کے دور میں حرمین کی زبردست توسیع عمل میں آئی، وہاں کھلے صحن تعمیر کیے گئے جن میں ۸۰،۰۰۰/ ہزار سے زائد افراد نماز پڑھ سکتے ہیں بجلی سے چلنے والی سیڑھیوں کے لیے تین مقامات بنائے گئے، گویا کہ توسیع کی سابقہ دو منزلوں کے اوپر تیسری منزل کا بھی اضافہ کیا گیا اس توسیع میں "باب الملک فہد" کے نام سے ایک عظیم دروازہ بنایا گیا اس کے ساتھ ۱۴/ چھوٹے دروازے ہیں، تہ خانوں میں جانے کے لیے دو راستے بنائے گیے، اس توسیع کے بعد اب مسجد میں داخل ہونے کے لیے چار بڑے اور چون چھوٹے دروازے ہیں، تہ خانوں میں داخل ہونے کے لیے چھ الگ راستے بنائے گئے، اس کے علاوہ دوسری منزل پر جانے کے لیے بھی کئی راستے اور الیکٹرک کے ذریعے چلنے والی سیڑھیاں موجود ہیں، مسجد کے سات سابقہ میناروں میں بالکل انھیں جیسے دو اور میناروں کا اضافہ کیا گیا، اس نئے اضافے کا رقبہ ۷۶،۰۰۰/ مربع میٹر ہے۔

یہ رقبہ پہلی سعودی توسیع سے پہلے کی مسجد حرام کے رقبہ کے تین گنا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں سعودی توسیعات سے مسجد حرام کا رقبہ نو گنا بڑھ گیا۔

۱۹۹۵ء میں شاہ فہد نے دل کے عارضہ میں مبتلا ہونے کی بناء پر روزمرہ کے حکومتی معاملات سے خود کو علیحدہ کر لیا اور اختیارات اپنے سوتیلے بھائی ولی عہد ملک عبداللہ بن عبدالعزیز کو منتقل کر دیا، اس سے پہلے سعودی حکمرانوں کا جلالۃ الملک کا خطاب بدل کر اپنے لیے خادم الحرمین الشریفین کا لقب پسند کیا، آپ نے سعودی عرب کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے بہترین کام کیا۔

ملک عبداللہ بن عبدالعزیز کو ۲۶/ جنوری ۲۰۰۶ء کو جشن یوم جمہوریہ کے مہمان خصوصی کی حیثیت سے منموہن سنگھ کی حکومت نے مدعو کیا اس دورے سے ہند اور سعودی عرب کے درمیان تعلیم وتجارت کے میدان میں نئے امکانات پیدا ہوئے، اس طرح ۲۰۱۰ء میں منموہن سنگھ بطور وزیر اعظم ہند ملک عبداللہ کی دعوت پر سعودی گئے اور دونوں ملکوں کے درمیان مختلف امور پر اتفاق رائے قائم ہوا اور سرمایہ کاری کے مواقع پیدا ہوئے۔

مزید برآں اپنے عہد میں مختلف مذاہب کے درمیان خیر سگالی اور رواداری کے جذبات پیدا کرنے کے لیے ڈائیلاگ کا پروگرام شروع کیا، جس سے اسلام کی آفاقیت کو نمایاں اور اس کے کردار کو زندہ کرنے کا بہترین موقع فراہم ہوا۔

اس کے علاوہ یورپ میں بھی بڑے بڑے اسلامی مراکز اور ادارے قائم کیے، آپ کے اندر دینی حمیت وغیرت بہت زیادہ تھی، ملت اسلامیہ کے مسائل ومشکلات حل کرنے کے لیے ہمیشہ سچے موقف پر ڈٹے رہے۔

اردن کے شاہ حسین کی وفات کے موقع پر دنیا کے بہت سے ملکوں کے سربراہوں کے علاوہ اس کے مغربی دوستوں نے تجہیز وتکفین میں حصہ لیا تو اس موقع پر امریکہ نے غنیمت

سمجھتے ہوئے سعودی ولی عہد (اس وقت یہ بادشاہ نامزد نہیں ہوئے تھے) عبداللہ بن عبدالعزیز اوراسرائیل کے درمیان بات چیت کرنے کی کوشش کی، جسے آپ نے یہ کہتے ہوئے ٹھکرادیا ''کہ ایسا ممکن نہیں کیونکہ دونوں کے درمیان بڑے طویل فاصلے ہیں'' مغرور قوتوں کو یہ موقف بہت برا لگا، الزامات کے بارے میں اس وقت کے وزیر داخلہ شہزادہ نائف بن عبدالعزیز نے حکومت کا موقف بڑا واضح بیان کیا اور کہا کہ ''الزامات لگانے والے اداروں کا موقف یہ ہے کہ اگر ہم سے اسلامی قوانین نافذ کرنے میں تساہل ہو رہا ہے تو یہ اعتراض قابل التفات ہوسکتا ہے کیونکہ ہم بشر ہیں اس لیے کسی بھی قسم کا تساہل ممکن ہے، لیکن اگر مخالفین کا ہدف اسلامی قوانین کی مخالفت ہے تو ہم اس الزامات کو مسترد کرتے ہیں، کیونکہ یہ ہمارے دین اور عقیدے کا معاملہ ہے جس میں کسی بھی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں اور آخر میں انھوں نے قرآن کی یہ آیت پڑھی ﴿ولن ترضی عنک الیھود ولاالنصاریٰ حتی تتبع ملتھم﴾ مغرب کی سیاسی چال مصالحت کی آڑ میں ہمدردی اور غم خواری ظاہر کرتا ہے تاکہ عالمی سیاست میں اس کا اعتبار اور بھرم قائم رہے ۔

اقبال کو شک اس کی شرافت میں نہیں ہے
ہر ملت مظلوم کا یورپ ہے خریدار
ترکان جفا پیشہ کے پنجے سے نکل کر
جلتا ہے مگر شام وفلسطین پر میرا دل
تدبیر سے کھلتا نہیں یہ عقدۂ دشوار

۲۳؍جنوری ۲۰۱۵ء کو آپ کی وفات ہوئی، آپ کی تجہیز وتکفین سنت نبوی کے مطابق عمل میں آئی، ملک کا جھنڈا سرنگوں ہوا اور نہ ہی سرکاری ادارے بند ہوئے اور یہ ایک سچائی ہے کہ سعودی بادشاہوں کی تجہیز وتکفین اسی طرح عمل میں آتی ہے مسلمانوں کے عام قبرستان میں تدفین ہوتی ہے اوران کی قبروں کو پختہ نہیں بنایا جاتا ہے، اس سادگی سے متأثر ہوکر سیکڑوں چینی غیر مسلم مزدور اور سعودی عرب میں ملازمت کرنے والے افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

موصوف کی رحلت کے بعد ولی عہد سلمان بن عبدالعزیز مملکت کے ملک نامزد ہوئے، شاہ سلمان نے اپنی سیاسی کیریئر کا آغاز ریاض کے گورنر کے طور پر کیا دارالحکومت ہونے کے ساتھ ساتھ آبادی اور رقبے کے اعتبار سے بھی ملک کا سب سے بڑا شہر ہے، آپ نے پچاس سالوں سے زائد اپنی ذمہ داری بحسن وخوبی نبھائی نومبر ۲۰۱۱ء میں شاہی فرمان کے تحت آپ کو ملک کا وزیر دفاع بنایا گیا۔

ملک سلمان سیاسی اور سماجی خدمات کے ساتھ ساتھ فلاح عامہ اور دیگر رفاہی کاموں میں بھی پیش پیش رہے انھوں نے معذوروں کی فلاح کے لیے ایک ریسرچ سینٹر قائم کیا، گردوں کے مریضوں کی بہبود کے لیے قائم ''ملک فہد بن عبدالعزیز چیریٹی فاؤنڈیشن'' کے اعزازی صدر کے طور پر خدمات انجام دیں، اس کے علاوہ مصنوعی اعضاء کی پیوندکاری کے سرکاری ادارے اوراسی نوعیت کے دوسرے اداروں کی بھی سرپرستی کی، فلاح انسانیت کے لیے ان کی خدمات صرف اندرون ملک تک محدود نہیں، بلکہ انھوں نے دنیا بھر میں زمینی وآفات سماوی کے متاثرین کے لیے ہر ممکن مساعی جاری رکھیں، بحرین، بوسینا، ہرزے گووینا، فرانس، مراکش وفلسطین، فلپائن، سینگال، اقوام متحدہ اور یمن سمیت کئی دوسرے ممالک میں فلاحی خدمات کے اعتراف میں انھیں ایوارڈ اور تمغوں سے نوازا گیا۔

آج اللہ کا فضل وکرم ہے کہ پورے مملکت میں ۲۵؍ جامعات ۲۴؍ہزار سے زائد اسکول اور بیسوں کالج تعلیم کے فروغ میں مصروف عمل ہیں، اس طرح ملک عبداللہ یونیورسٹی

برائے سائنس وٹکنالوجی اور ملک سعود عبدالعزیز یونیورسٹی برائے صحت کام کررہی ہے، بہت سے میڈیکل کالج، انڈسٹریل ادارے، کالج برائے سیاحت، ڈینٹل کالج، ٹیلی کام والیکٹرانک کالج، بزنس اینڈ ایڈمنسٹریشن کالج، شہزادہ سلطان ایوی ایشن کالج وویٹرنری کالج اور میڈیسین کالج ان گنت ادارے تعلیمی میدان میں زبردست کام کررہے ہیں، اس کے علاوہ جامعہ اسلامیہ ودیگر یونیورسٹیاں اسلامی تعلیم وتربیت کے فروغ میں نمایاں کردارادا کررہی ہیں۔

دوتین سالوں میں جمرات پرکئی ایک پل اور راستے بنا کر حجاج کرام کو بھیڑ اور ناگہانی حادثات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، اس طرح اپنی تاریخ کا سب سے بڑا حرم توسیعی منصوبہ شروع ہو چکا ہے، جس پر اربوں ریال خرچ ہوں گے اس منصوبہ کی تکمیل کے لیے قرب وجوار کی بلند وبالا عمارتیں اور ہوٹل جو اربوں ڈالر کی ملکیت کی ہیں، صرف ضیوف الرحمٰن کی میزبانی کے لیے گرا کر مسجد حرام کو وسیع کیا جائے گا تا کہ حجاج کرام اور معتمرین کو کسی قسم کی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے، اس منصوبہ کے مطابق ۲۰۲۰ء تک حرم کی توسیع مکمل ہو چکی ہو گی، جس میں بیک وقت پچاس لاکھ ۵۰،۰۰،۰۰۰ مصلیان نماز ادا کرسکیں گے۔

ہم شاہ سلمان کی جرأت، ہمت، عزم مصمم اور ان کے بے پناہ حوصلہ کو سلام کرتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ یہودیوں، عیسائیوں، روافض اور دیگر اسلام مخالف گروہوں اور ان کی دسیسہ کاریوں سے ہوشیار رہ کر صرف سعودی عرب ہی نہیں بلکہ پوری امت اسلامیہ کی فلاح و بہبود کے لیے مثالی کارنامہ انجام دے سکیں، اللہ رب العالمین آپ کا سایہ تادیر ملت اسلامیہ پر قائم ودائم رکھے، دین سے وابستگی اور ان کی ملی غیرت وحمیت دیکھیے کہ امریکی صدر براک اوبامہ جب ہندوستان کے دورہ پر تشریف لائے تو شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کی رحلت کی خبر سن کر سعودی شاہ سلمان بن عبدالعزیز سے تعزیت کے لیے ریاض پہنچ گئے، اثناء گفتگو عصر کی اذان ہوگئی، بغیر کسی تاخیر کے نماز ادا کرنے کے لیے مسجد چلے گئے، ادائیگی صلوۃ کے بعد واپس آئے اور پھر دوبارہ براک اوبامہ سے تبادلۂ خیالات کرنے لگے، میڈیا اور ذرائع ابلاغ نے اس پر بہت واویلا اور شور مچایا اور ان کے اس عمل کو براک اوبامہ کی توہین سے تعبیر کیا، لیکن یہ ایک سچے کتاب وسنت کے متبع اور ایک مخلص اور مؤحد مرد مومن کی شناخت ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ ہر دور میں روافض اور شیعوں سے اس امت کو اور اسلام کو شدید نقصان پہنچا ہے ۱۹۷۹ء میں ایران میں شاہ اشرف رضا پہلوی کی حکومت ختم ہونے کے بعد خمینی جب مسند اقتدار پر براجمان ہوئے تب سے شیعیت نے اپنے بال و پر مزید نکالنے شروع کردیے، سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ نائف بن عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ کی وفات کے وقت وہاں کے دشمنوں نے جشن منایا، چھ سال قبل مدینہ منورہ میں بقیع قبرستان میں اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مبارک پر جوتوں سمیت چڑھ کر اس کی توہین کی گئی، شام میں ۸۰ر فی صد اہل سنت ہیں ۲۰ر فی صد شیعہ ہیں، لیکن زبردستی اپنی اقتدار کے ذریعہ مسلمانوں کو آگ وخون کے دریا میں غرق کیا جارہا ہے، اب تک تقریبا پانچ لاکھ افراد موت کے گھاٹ اتارے جاچکے ہیں، عراق، لبنان، اردن، بحرین اور سعودی عرب کے مشرقی حصہ ہفوف، قطیف، اور یمن میں پورے شدومد کے ساتھ مداخلت کی بھرپور ایران کوشش کررہا ہے اور اس طرح حرمین شریفین کے تقدس کو پامال کرکے ان پر قبضہ کرنے کی ناپاک سازش کررہا ہے۔

۱۱ر ستمبر ۲۰۱۵ء بروز جمعہ شدید آندھی اور بادوباراں اور کرین پر بجلی گرنے کی بناء پر ۱۱۱ر افراد شہید اور ۲۴۸ر حجاج کرام

زخمی ہوئے جن کا تعلق دنیا کے مختلف ممالک سے تھا، عدالت کے مطابق ابتدائی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ یہ حادثہ کسی مجرمانہ ارادے کی وجہ سے پیش نہیں آیا، بلکہ یہ اللہ کی مشیئت اور اس کے قضاوقدر کا فیصلہ تھا، شاہ سلمان اپنی ساری مصروفیات کو ترک کر کے اپنے عملہ کے ساتھ خود جائے حادثہ پر پہنچ جاتے ہیں ''خصوصاً ساتھ میں امام حرم شیخ عبدالرحمٰن السدیس اور مکہ کے گورنر خالد الفیصل بھی ہیں'' آج دنیا کے کسی خطہ میں اگر کوئی اس طرح کا حادثہ پیش آجائے خواہ آفات سماوی ہوں یا فرقہ وارانہ فسادات، مگر جائے واردات پر کسی بھی سربراہ کو فوراً جانے کا موقع نہیں ملتا ہے، بلکہ تحقیق کے لیے ایک کمیشن کا قیام عمل میں آتا ہے جس کی فائلیں گرد کے نیچے دب کر رہ جاتی ہیں۔

شاہ سلمان تڑپ اٹھتے ہیں اور اس کریہن حادثہ میں جاں بحق ہونے والے ہر عازم کے لواحقین کو دس لاکھ سعودی ریال دینے کا اعلان کرتے ہیں، اس کے ساتھ ہی ایسے زخمیوں کو بھی دس لاکھ ریال جو حادثے کے سبب مستقل طور پر معذور ہو گئے ہیں، عام زخمیوں کے لیے بھی پچاس ہزار ریال معاوضے کا اعلان کرتے ہیں، اس کے ساتھ ہی بن لادن گروپ کو معطل کر دیا اور اب ملک میں تعمیراتی منصوبوں کو مزید ٹھیکے پر نہ دینے کا فیصلہ کیا ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ عدالت نے بن لادن گروپ کے اراکین پر سفری پابندی بھی عائد کر دی جو حادثہ کی تحقیقات ہونے تک برقرار رہے گی، حرمین شریفین کی خدمت جس خلوص سے سعودی حکومت اور اس کے فرماں روا شاہ سلمان بن عبدالعزیز انجام دے رہے ہیں وہ قابل تحسین ہے، تین ملین حجاج کرام کے لیے راحت رسانی اور مناسک حج ادا کرنے کے لیے ساری سہولیات کا انتظام کرنا یہ ایک کامیاب اور مثالی حکومت کا ہی کام ہو سکتا ہے، اس خدمت کی مثال سارے عالم میں حتی کہ کسی اسلامی ملک میں اس کا عشرعشیر نظر نہیں آتی، یہ مملکت انسانی بنیادوں پر سیلاب، زلزلہ، قحط وخشک سالی، خانہ جنگی، یا قدرتی آفات کی صورت میں رونما ہونے والے حادثات میں عوام کی فراخ دلانہ امداد میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتی۔

اسی طرح دنیا کے کسی علاقے میں مسلم امۃ پر وہاں کی حکومت یا عوام کی جانب سے کوئی زیادتی ہوتی ہے تو یہ حکومت پریشان ہو جاتی ہے، اور سفارتی سطح پر سب سے پہلے اپنا احتجاج درج کراتی ہے اور اس طرح مظلوموں، بے سہارا لوگوں کے آنسو پونچھتی ہے اور ان کے امداد و تعاون کے لیے اپنا خزانہ کھول دیتی ہے۔

حرمین شریفین کی ہمہ جہت خدمات اور حجاج کرام، مع معتمرین کو حتی المقدور سہولیات بہم پہنچانا یہ ایک مقدس دینی فریضہ ہے اور یہ روایت ہر دور میں برقرار رہی ہے، سعودی حکومت بھی اپنا یہ فرض منصبی بخوبی نبھاتی ہے اور اپنی ذمہ داری کو یقینی بنانے کی بھرپور کوشش کرتی ہے، اللہ رب العالمین موجودہ سعودی فرماں روا ملک سلمان بن عبدالعزیز (خادم الحرمین الشریفین) کو بصحت وعافیت رکھے، تاکہ وہ پورے جذبے اور توانائی کے ساتھ ملک کی ترقی واستحکام کے تمام منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں، اللہ تعالیٰ اس ملک کو دشمنوں کے مکروہ عزائم اور ان کے ہر قسم کے شر وفساد سے محفوظ رکھے اور اس ظالم قبیلے کے ناپاک بڑھتے ہوئے قدم کو روک دے اور جو بھی لوگ اس فکر کی سازش کا شکار ہیں ان کے عقیدہ وفکر میں اصلاح فرمادے۔ (آمین) ۞۞۞

بلد امیں کی رفعت وعظمت کو ہے سلام
انسانیت کو جس نے دیا امن کا پیام
بیت عتیق، قبلہ و کعبہ ہے جس کا نام
اس سرزمیں سے چھلکا ہے وحدت کا پاک جام

(از: مومن سلفی)

شمیم احمد ندوی

سعودی معیشت کی مضبوطی اور نئے امکانات کی تلاش

گذشتہ دو برسوں کے دوران عالمی وبائی بیماری کوویڈ ۱۹ کی وجہ سے دنیا کے مختلف ملکوں میں نافذ کیے جانے والے لاک ڈاؤنوں اور طرح طرح کی بندشوں نے عالمی معیشت کی کمر توڑ دی ہے اور بیشتر ممالک معاشی بحران کے شکار ہو چکے ہیں، ان کو اپنی گرتی ہوئی معیشت کے اس بحران سے خود کو نکالنے کا کوئی کارگر راستہ نہیں سجھائی دیتا، کئی ملکوں میں بے روزگاری، غربت وافلاس اور فقر وفاقہ کے مناظر عام ہیں، ان میں سے جن ملکوں کے فرماں رواؤں نے دوررس منصوبہ بندی کے ذریعہ معیشت کی بحالی کے لیے ٹھوس اقدامات کیے انھوں نے اس بحران پر قابو پانے میں کسی حد تک کامیابی حاصل کی اور جو محض ''محو نالہ جرسِ کارواں'' کا نمونہ پیش کرتے ہوئے اپنے شہریوں سے گھنٹا اور پلیٹ کٹورہ بجواتے رہے، یا موم بتی وموبائل ٹارچ جلواتے رہے انھوں نے اپنے سادہ لوح عوام کو ایک ایسی مصیبت میں ڈھکیل دیا جس سے نکلنا آسان نہیں۔

کورونا وبا کے دوران پٹرول ڈیزل کی کھپت کم ہو جانے اور ان کی قیمتوں میں بھاری گراوٹ آ جانے سے ان ملکوں کو بطور خاص معاشی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا جن کی معیشت کا زیادہ تر انحصار پٹرول سے حاصل ہونے والی آمدنی پر تھا۔

سعودی عرب کا شمار دنیا کے ایسے ہی ملکوں میں ہوتا ہے جن کی ترقیات کا دارومدار پٹرولیم کی آمدنی پر ہی موقوف سمجھا جاتا ہے یہ ملک پٹرول، ڈیزل اور خام تیل کی برآمدات میں دنیا میں پہلے نمبر پر ہے اور پوری دنیا کے کل خام تیل برآمدات کے تقریبا ۲۴ر فیصد حصہ کا مالک ہے جب کہ تیل کے محفوظ ذخائر کے معاملہ میں **سعودی عرب** دنیا میں دوسرے نمبر پر ہے جس کے پاس ایک رپورٹ کے مطابق ۲۶۷ر ارب بیرل خام تیل کے ذخائر موجود ہیں، جنھیں اگر اسی رفتار سے نکالا جائے جس رفتار سے اس وقت نکالا جا رہا ہے تو اس کو ختم ہونے میں تقریبا ۷۰ر سال لگ سکتے ہیں جب کہ وہاں تیل کے نئے کنوؤں کی دریافت کا سلسلہ جاری ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ ۵ر سال قبل ۲۰۱۶ء میں محفوظ ذخائر کا اندازہ ''ڈھائی سو ارب بیرل'' کا لگایا جا رہا تھا اور ۵ر سال تک وہاں سے تیزی کے ساتھ تیل کے اخراج کے باوجود اس کے ذخائر میں بجائے کمی آنے کے اس میں اضافہ ہی درج کیا جا رہا ہے۔

تیل کے مجموعی ذخائر کے معاملہ میں **سعودی عرب** سے آگے صرف جنوبی امریکی ملک وینزویلا ہے جس کے محفوظ ذخائر کا اندازہ تین سو دو ارب بیرل تک لگایا جا رہا ہے، لیکن **سعودی عرب** کو یہ فائدہ حاصل ہے کہ یہاں پر تیل کی پیداوار کو نکالنے اور اسے عالمی منڈیوں تک پہنچانے میں نسبتا کم مصارف ہوتے ہیں کیونکہ بعض ممالک کا پٹرول پہاڑوں میں اور بعض کا ان کے سمندری حدود کے اندر ہے جن کے نکالنے پر خطیر مصارف ہوتے ہیں لیکن **سعودی عرب** کے تیل کی پیداوار اس کے صحرائی خطوں سے حاصل ہوتی ہے جس میں اتنے اخراجات نہیں ہوتے، چنانچہ جب جب تیل کے نرخوں میں کمی واقع ہوتی ہے، **سعودی عرب** کی آمدنی میں ضرور کمی ہوتی ہے، لیکن وہ خسارہ میں نہیں ہوتا جب کہ ایسا دوسرے ان ملکوں میں نہیں ہوتا، جہاں پٹرول کے

اخراج پر کثیر مصارف کا سامنا کرنا پڑتا ہے چنانچہ گذشتہ برس جب کووڈ کے عالمی بحران سے تیل کی قیمتیں بری طرح متاثر ہوئیں اور وہ گر کر ۵۰ رڈالر فی بیرل سے بھی نیچے آگئیں تو بھی **سعودی عرب** اپنے خسارہ پر قابو پانے میں کامیاب رہا، جب کہ وہیں امریکہ میں پٹرول کی آمدنی منفی میں چلی گئی، یعنی وہاں پٹرول کے نکالنے میں اس سے کہیں زیادہ مصارف ہونے لگے جتنی اس کی قیمت فروخت بھی نہیں تھی، اس کی یہی مجبوری ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ بھی تیل کے ذخائر سے مالا مال ہے اس کو **سعودی عرب** سمیت تیل پیدا کرنے والے دوسرے ملکوں سے تیل درآمد کرنا پڑتا ہے۔

سعودی عرب محفوظ تیل کے ذخائر کے معاملہ میں جہاں دنیامیں دوسرے نمبر پر ہے وہیں مشرق وسطیٰ میں موجود کل تیل کے ذخائر میں اس کی حصہ داری ۳۳ رفیصد ہے، یعنی کویت، قطر، امارات، بحرین، ایران وعراق وغیرہ کے مجموعی ذخائر میں جتنا پٹرول موجود ہے اس کا ۳۳ رفیصد صرف سعودی عرب میں موجود ہے، مشرق وسطیٰ کے تمام ممالک کے پاس آٹھ سو ارب بیرل تیل کے ذخائر ہیں جن میں اکیلے **سعودی عرب** کے پاس دوسو سڑسٹھ ۲۶۷ رارب بیرل تیل کا پتہ لگایا جا چکا ہے، اسی طرح اوپیک تنظیم میں شامل تمام ممالک کے تیل ذخائر کا ۲۲ رفیصد صرف **سعودی عرب** میں ہے یہی وجہ ہے کہ تیل کی قیمتوں پر کنٹرول رکھنے اور تیل پیدا کرنے والے ممالک کے مفادات کی نگرانی کرنے کے لیے قائم عالمی تنظیم اوپیک کا **سعودی عرب** سب سے طاقتور ممبر ہے اور یہ تنظیم **سعودی عرب** کے رجحانات اور اس کے مفادات کو نظر انداز کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

قدرت کی طرف سے یہ بھی کتنا بڑا عطیہ ہے کہ دنیا میں تیل پیدا کرنے والے دس چوٹی کے ملکوں میں سات اسلامی ممالک ہیں جو **سعودی عرب**، ایران، عراق، کویت، امارات، لیبیا اور نائیجیریا ہیں جب کہ قطر تیل کے ساتھ ساتھ سیال قدرتی گیس کا مالک ہے، اس فہرست میں صرف تین غیر اسلامی ممالک ہیں جو ونزویلا، روس اور امریکہ ہیں جن میں روس ساتویں اور امریکہ نویں نمبر پر ہے۔

اگرچہ **سعودی عرب** تیل کی پیداوار، تیل کے محفوظ ذخائر اور تیل سے ہونے والی آمدنی میں دنیا میں نمایاں مقام رکھتا ہے اور اس کی معیشت کی مضبوطی واستحکام میں تیل کا کردار سرفہرست ہے جس سے ہر شخص واقف ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کا تمام تر انحصار صرف تیل کی دولت پر ہے اور اس نے اپنے شہریوں کے معیار زندگی کو بلند کرنے اور اپنے انفرااسٹرکچر کو مثالی بنانے کے لیے صرف تیل پر انحصار کیا ہے اور اپنے مستقبل کے لیے کوئی ٹھوس منصوبہ نہیں بنایا اور آمدنی کے متبادل ذرائع تلاش نہیں کیے ہیں جیسا کہ عام طور سے اس کے مخالفین سوچتے ہیں یا یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ **سعودی حکمراں** اور وہاں کے عام شہری صرف تیل کی دولت پر عیش کرتے ہیں اور ہاتھ پیر کو حرکت دیے بغیر صرف اپنے قدرتی وسائل پر تکیہ کیے بیٹھے ہیں، ایسا بالکل نہیں یہ بات عام آدمی بھی جانتا ہے کہ کبھی نہ کبھی تیل کے یہ ذخائر خشک ہوجائیں گے اور ان سے ہونے والی آمدنی ختم ہوجائے گی لیکن دنیا جس تیزی کے ساتھ تیل کا متبادل دریافت کرنے کی طرف گامزن ہے یہ بہت ممکن ہے کہ تیل کے یہ ذخائر آگے چل کر دنیا کے لیے بے معنی ہوجائیں اور ان کی جو اہمیت آج ہے مستقبل قریب یا بعید میں ان کی اہمیت وافادیت کم یا بالکل ختم ہوجائے، چنانچہ رفتہ رفتہ بیٹری سے چلنے والی گاڑیاں عام ہوتی جارہی ہیں، ہر ملک کے شہروں میں ای رکشا کو سڑکوں پر دوڑتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے ایسی موٹر سائیکلوں اور کاروں کا استعمال بھی بڑھ رہا ہے جو بیٹری سے چلتی ہیں، اس طرح کی

گاڑیوں اوران میں لگنے والی بیٹریوں کی قیمتوں میں تخفیف کرنے کے ذرائع تلاش کیے جارہے ہیں ،اسی طرح ان بیٹریوں کو چارج کرنے میں درپیش رکاوٹوں کودور کرنے کی کوشش جاری ہیں، پھروہ دن دور نہیں جب ٹرک وبس اور بھاری گاڑیاں بھی چارج کی جانے والی بیٹریوں سے چلنےلگیں گی اوررفتہ رفتہ ان کااستعمال اس قدرعام ہوجائے گا کہ ڈیزل وپٹرول کی ضرورت محدود یابالکل مفقود ہوجائے گی، ہمارے مشاہدہ میں یہ بات بھی آتی رہی ہے کہ اب بیشتر ٹرینیں بجائے ڈیزل انجن کےبجلی سے چلنےلگی ہیں،ان میں اندرون شہر چلنے والی میٹروٹرینیں سرفہرست ہیں جوبالعموم صرف بجلی سے ہی چلتی ہیں ،ریلوے لائنوں کوتیزی کے ساتھ الیکٹریفائیڈ یابرقی سہولیات سے مزین کیاجارہاہے،اسی طرح بجلی کے متبادل کے طورپر شمسی توانائی کااستعمال عام ہورہاہےاورکئی کاموں میں ان سے مددلی جارہی ہے سولرانرجی سے روشن ہونے والی بجلی کےقمقموں سے سڑکیں وشاہراہیں جگمگارہی ہے،کئی طرح کےآلات اورگھریلوسازوسامان میں بجلی کی جگہ شمسی توانائی کااستعمال بڑھ رہاہے، شمسی بیٹریوں سے ماحولیات کوبھی کوئی نقصان نہیں پہنچتااس لیےاس بات کا بھی امکان ہے کہ آئندہ چندبرسوں میں ڈیزل وپٹرول سے چلنےوالی گاڑیوں کااستعمال ممنوع قراردے دیاجائے، پھرتوانائی کے ان ذرائع کی اہمیت یاتو بالکل صفریابہت کم ترہوجائےگی۔

جب صورت حال یہ ہے کہ ڈیزل پٹرول کا مستقبل دنیامیں بہت روشن یاامیدافزانہیں ہے اوراس صورت حال کا ادراک ایک معمولی پڑھالکھاعام آدمی یاحالات کی تھوڑی بہت سمجھ رکھنے والا ایک عام صارف کرسکتاہےاوروہ تیل کے متبادل ذرائع یعنی چارج ایبل بیٹری یاشمسی توانائی کےحصول کے لیے کوشاں ہے تویہ کیوں کر سمجھاجاسکتاہے کہ **سعودی عرب** یاوہ ممالک جن کی معیشت کاانحصارہی تیل کی دولت پرہے مستقبل میں اس کی اہمیت کم یاختم ہونے کےخطرات سے واقف نہ ہوں گےاوروہ آئندہ اپنی معیشت پرمرتب ہونے والےمنفی اثرات سےآنکھیں بندکیے ہوں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کاہرملک مستقبل کی ترقی کے لیے بہترسےبہترمنصوبہ بندی کرتاہے،اپنی اقتصادیات کی مضبوطی کے لیے ہرممکن تدبیراختیارکرتاہےاورآمدنی کےمتبادل ذرائع تلاش کرتاہے۔

سعودی عرب بھی انھیں چندممالک میں سےایک ہے جس کے دوراندیش فرماں رواا‌س کوآئندہ بھی شاہ راہ ترقی پر گامزن دیکھناچاہتے ہیں اوراس کے لیے ترقیاتی منصوبوں کو بروئے کارلانے کے لیے کوشاں ہیں،انھوں نے بھی وقت رہتے اس بات کا ادراک کرلیا کہ پٹرول ڈیزل کی آمدنی پر مستقبل میں مکمل طورسے انحصارنہیں کیاجاسکتا، بلکہ خودانحصاری پرگامزن رہنےاورملک کوترقی کےراستہ پررواں دواں رکھنے کے لیےآمدنی کے دیگرمتبادل ذرائع تلاش کیے جانےضروری ہیں۔

سعودی فرماں روا ملک سلمان بن عبدالعزیز آل سعود کے جانشین اوران کے ولی عہدسلطنت امیرمحمد بن سلمان ایک اولوالعزم اور بیدارمغزشخصیت کانام ہے،انھوں نے کنگ سعود یونیورسٹی سے قانون میں گریجویشن کیاہےاورایک انتہائی فعال ومتحرک اورتیزطراراوردوراندیش شخصیت کے ساتھ ساتھ بے باک وجرأت مندقیادت کے مالک ہیں، وہ خطرات سےنہیں گھبراتے بلکہ ملک کوخطرات سے نکالنے کی صلاحیت سے مالامال ہیں،گرچہ ان کے بارے میں **سعودی حکومت** کے حاسدین ومخالفین اس کے برعکس رائے رکھتے ہیں اوران کی قیادت کوطرح طرح سے بدنام کرنے اوران کے جرأت مندانہ فیصلوں پرتنقید کرنے کاکوئی موقع ہاتھ سے جانے دیناپسند

نہیں کرتے، یہ دراصل محمد بن سلمان کے ناقدین نہیں ہیں بلکہ **سعودی حکومت** اور شاہی طرز حکومت کے ہی مخالف ہیں، ان کی سعودی مخالفت کا حال یہ ہے کہ اسے امریکہ کا پٹھو کہتے نہیں تھکتے، بلکہ یہاں تک الزام لگاتے ہیں کہ **سعودی حکومت** نے امریکہ کی دوستی ورفاقت کے چلتے مسئلہ فلسطین کو پس پشت ڈال دیا ہے بلکہ اس کا سودا کرلیا ہے اور اسلامی مفادات کی طرف سے آنکھیں بند کرلی ہیں، لیکن یہی محمد بن سلمان ہیں جن کے اوپر سابق امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کے ساتھ گہری دوستی کے الزامات لگائے جاتے رہے اور انھیں امریکہ کا بندہ بے دام قرار دیا جاتا رہا انھوں نے ہی ڈونالڈ ٹرمپ اور امریکی قیادت کو اتنے سخت لفظوں میں جواب دیا تھا کہ شاید اتنی جرأت کے ساتھ اس قدر دنداں شکن جواب دینے کی کسی دوسرے سربراہ مملکت کو ہمت نہیں ہوسکتی، قصہ یوں ہے کہ ڈونالڈ ٹرمپ نے **سعودی حکومت** کو ایک طرح سے بلیک میل کرنے اور اس کی قوت برداشت کو چیلنج کرنے کے مقصد سے ایک بار یوں کہا کہ ''امریکی اسلحوں کی بدولت ہی **سعودی عرب** کا دفاع ممکن ہوا ہے اور ہماری مدد وحمایت کے بغیر **سعودی حکومت** کا وجود ایک دن بھی باقی نہیں رہ سکتا''، اگر سعودی قیادت مضبوط نہ ہوتی اور اگر ان کا اللہ پر ایمان غیر متزلزل نہ ہوتا تو شاید اس دھمکی سے وہ گھٹنوں کے بل آجاتی اور امریکی حکومت کی خوشامدوں پر اتر آتی، لیکن ڈونالڈ ٹرمپ کی اس جارحانہ دھمکی کے جواب میں امیر محمد بن سلمان نے کہا کہ امریکی حکومت کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہماری حکومت اس وقت سے قائم ہے جب خود امریکہ کا کوئی قابل ذکر وجود نہ تھا اور وہ پسماندگی وتاریکی وگمنامی کا شکار تھا، معلوم ہے کہ **سعودی حکومت** کے تینوں ادوار کو ملا کر تقریبا ۲۷۰ر سال کا عرصہ اس خاندان کو جزیرۃ العرب میں حکومت کرتے ہوئے گزر چکا ہے اور ڈھائی سو سال قبل تک دنیا کی سیاست میں امریکہ کا کوئی کردار نہ تھا ساتھ ہی امیر محمد بن سلمان نے مزید کہا کہ ''ہم اگر امریکہ سے اسلحہ خریدتے ہیں تو اسے منہ مانگی قیمت دیتے ہیں کوئی مفت میں نہیں حاصل کرتے اس طرح ہم پر امریکہ کا کوئی احسان نہیں بلکہ یہ صرف ایک تجارتی سودا ہے جس سے طرفین فائدہ حاصل کرتے ہیں۔''

کیا دنیا کا کوئی اور ملک جس کے دفاع کا تمام تر یا بیشتر دارومدار امریکی اسلحوں پر ہو اس طرح کھری کھری دوٹوک باتیں کرسکتا ہے، اس طرح کی جرأت وحمیت کا مظاہرہ وہی شخص کرسکتا ہے جس کا دل نور ایماں سے معمور اور جو ﴿**لایخافون لومة لائم**﴾ کی تصویر ہو۔

بہرحال محمد بن سلمان کے بارے میں **سعودی حکومت** کے مخالفین جو بھی الزام تراشیاں کرتے ہیں اور انھیں ایک مغرور وخودسر، فہم وبصیرت سے عاری اور دین وشریعت سے بے بہرہ قرار دینے کی سعی مذموم کرتے ہیں ان کے دعووں میں کہاں تک صداقت ہے، ان پر تفصیلی بحث کا موقع نہیں ورنہ ان کے الزامات کی حقیقت بھی بتائی جاسکتی ہے، فی الحال اس مضمون میں ان کا ذکر صرف اس حیثیت سے آگیا کہ انھوں نے سعودی معیشت کی مضبوطی واستحکام کے لیے اور مستقبل میں بھی اسے خودکفیل بنانے اور اسے دوسروں کا محتاج ودست نگر بننے سے بچانے کے لیے کیا کیا تدابیر اختیار کی ہیں اور کیا کیا اقدامات ومنصوبہ بندیاں کی ہیں انھیں مختصر طور پر سمجھا جاسکے۔

کچھ برسوں قبل تک تیل کی برآمدات کو سعودی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی سمجھا جاتا رہا ہے اور آج بھی اس تاثر میں کوئی کمی نہیں آئی ہے، جب کہ حقیقت بھی یہی ہے کہ تیل کی دولت سے مالا مال اس ملک کی معیشت کی بنیادیں اسی پر قائم ہیں لیکن اس

خدشہ کے پیش نظر کہ نہ تو تیل کے ذخائر ہمیشہ رہیں گے اور نہ تیل کی وہ اہمیت ہمیشہ باقی رہے گی جو آج ہے اس لیے سعودی پالیسی سازوں نے معیشت کے متبادل ذرائع تلاش کرنا شروع کردیے۔

امیر محمد بن سلمان نے بحیثیت ولی عہد اور نائب صدر وزراء کونسل سمیت اور وزیر دفاع کا اپنا چارج سنبھالنے کے بعد سعودی معیشت کے استحکام کے بارے میں سوچنا شروع کیا اور مستقبل میں پٹرول پر سے مملکت کے انحصار کو ختم کرنے کے لیے دوررس بنیادوں پر منصوبہ بندی کی، اس مقصد سے انھوں نے سعودی ویژن ۲۰۳۰ء کا منصوبہ لانچ کیا اور اس کے ذریعہ ایک ایسی سعودی معیشت کا تصور دیا جس کا تمام تر انحصار پٹرول پر نہ رہے، انھوں نے دیگر معاشی راہ داریوں کو وسعت دینے اور دیگر متبادل امکانات کا جائزہ لینے پر زور دیا، انھوں نے عزم مصمم اور یقین محکم کے ساتھ اس بات کا اعلان کیا کہ مستقبل قریب میں سعودی حکومت کا تیل پر سے انحصار ختم کردیا جائے گا ان کے نزدیک یہ ایک لت ہے جس نے حکومت ہی نہیں پوری سعودی قوم کو آرام طلب اور سست وکاہل بنادیا ہے یہ تصور لائق ستائش ہے جس کی مختلف حلقوں نے تائید کی اور اسے **سعودی عرب** کے اقتصادی مستقبل کے لیے بہتر وکارگر قرار دیا۔

یہ منصوبہ **سعودی عرب** کے تیل کے دور میں داخل ہونے کے بعد ایک بہت وسیع وعریض اور انقلابی اقتصادی تبدیلیوں کا حامل ہے جس کے مکمل ہونے کے بعد **سعودی عرب** کی سماجی، معاشی، ثقافتی اور سیاسی تصویر بہت حد تک بدل جائے گی لیکن یہ **سعودی عرب** میں معاشی استحکام کے دروازے کھول دے گا یہ منصوبہ اپنے اندر تکمیل کے مختلف مراحل میں ۸۰/ میگا پروجیکٹ رکھتا ہے، ان منصوبوں کے حجم کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان میں جو سب سے چھوٹا منصوبہ ہے وہ چار ارب ریال کی لاگت سے مکمل ہوگا، جب کہ بعض بھاری بھرکم پروجیکٹس ایسے ہیں جن کی تکمیل میں ایک کھرب ریال سے زیادہ کے مصارف ہوں گے مثلاً ریاض میٹرو پروجیکٹ پر ۱۰۰/ارب ریال سے زیادہ کی لاگت آئے گی، اب اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ چھوٹے بڑے ۸۰/ پروجیکٹس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کس قدر خطیر مصارف ہوں گے۔

اس منصوبہ کو **سعودی عرب** کی اقتصادی اور ترقیاتی امور کی کونسل نے امیر محمد بن سلمان کے زیر صدارت مرتب کیا اور شاہ سلمان بن عبدالعزیز کی صدارت میں وزراء کابینہ کے روبرو پیش کیا اور اسے شاہ سلمان نے منظوری دی، اس مذکورہ وژن کے اعلان کے بعد محمد بن سلمان نے اقتصادی وترقیاتی امور کے کونسل کی طرف سے ۷/ جون ۲۰۱۶ء کو قومی تبدیلی منصوبہ اور ۲۲/ دسمبر ۲۰۱۶ء کو ایک جامع مالیاتی توازن منصوبہ پیش کیا جو اس وژن (تصور) کی بنیاد ہیں اور سعودی کابینہ نے ان دونوں پروگراموں کو منظوری دی۔

امیر محمد بن سلمان اس عظیم منصوبہ اور اس کے متعلقہ پروگراموں کے ذریعہ تیل کے علاوہ دیگر ذرائع میں ۶/ گنا اضافہ کا ہدف حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس وقت تیل کے علاوہ دیگر ذرائع آمدنی سے سعودی حکومت کو تقریباً ۴۴/ ارب ڈالر سالانہ آمدنی حاصل ہورہی ہے جو مجموعی گھریلو آمدنی کا محض ۱۶/ فیصد ہے اس کو انھوں نے بڑھا کر ۲۶۷/ ارب ڈالر تک پہنچانے کا ہدف رکھا ہے جو کل قومی آمدنی کا نصف یعنی ۵۰/ فیصد تک ہوجائے گا، اب اگر یہ منصوبہ کامیاب ہوگیا تو تیل کی آمدنی پر سے انحصار کم ہوکر محض نصف رہ جائے گا جو ملک کی بہت بڑی اقتصادی پیش رفت کی حیثیت سے اپنا لوہا منوائے گا پھر سعودی قوم کو اپنوں وغیروں کی طرف سے جو برابر یہ طعنہ دیا جاتا ہے کہ وہ تیل کی قدرتی دولت

پر عیش کرنے والی قوم ہے اس تاثر کو ختم کرنے اوران الزامات کی تردید کرنے میں مدد ملے گی۔

یہ منصوبہ سعودی وژن ۲۰۳۰ء کامیابی کے ساتھ جاری ہے اوراس کی رفتار کو دیکھتے ہوئے یہ قیاس لگائے جارہے ہیں کہ محدّ دوقت سے قبل اس کو مکمل کیا جاسکتا ہے۔

اس عظیم منصوبہ کے کئی مراحل اورکئی راہ داریاں ہیں اور یہ نہ صرف ملک میں روزگار وکاروبار کے وسیع مواقع فراہم کرے گا بلکہ سعودی شہریوں کواس کے ذریعہ اپنی صلاحیتوں اورافرادی قوت کےاظہار کا موقع فراہم کرے گا اوراس سے ملک میں ترقی وخوشحالی کے نئے دورکی شروعات ہوگی، اس محیرالعقول منصوبہ میں سائنس وٹکنالوجی کی جدید یونیورسٹیوں کا قیام یاان کی تجدید کاری بھی شامل ہے اورامیر محمد بن سلمان کا خواب ہے کہ **سعودی عرب** کی یونیورسٹیوں کودنیا کی یونیورسٹیوں اورسائنسی تعلیم کے مراکز کی فہرست میں قابل قدر مقام دلایا جائے، چنانچہ جدّہ کے پاس قائم کنگ عبداللہ سائنس وٹکنالوجی یونیورسٹی کودنیا کی ۱۰۰ رممتاز یونیورسٹیوں کی فہرست میں ۱۹ رواں مقام حاصل ہوچکا ہے جو **سعودی عرب** کے لیے ایک بڑا اعزاز ہے جس کے عوام کو اس کے دشمن وبدخواہ لوگ اب تک جاہل وبدّو کے خطاب سے نوازتے رہے ہیں، اگران دوراندیش سعودی حکمرانوں کی کوششیں اپنے عوام کے لیے اعلیٰ تعلیمی سہولیات فراہم کرنے کی طرف اسی طرح جاری رہیں تووہ دن دورنہیں کہ **سعودی عرب** دنیا کے مسلمانوں ہی نہیں غیرمسلموں کے لیے بھی اعلیٰ تعلیم کے مراکز کے طور پرابھرے گا اوراپنا کھویا ہواوہ مقام حاصل کرے گا جوکبھی مسلمانوں کودنیا میں سائنسی ایجادات واکتشافات کا امام ہونے کی حیثیت سے حاصل تھا۔

سعودی وژن ۲۰۳۰ء کوکامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے محمد بن سلمان اوران کی ٹیم برابررواں دواں ہے، یہاں تک کہ اس منصوبہ کولانچ کرنے کے بعد دوسال سے بھی کم عرصہ میں ترقیاتی کونسل کے ایک اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ سرکاری طور پرحاصل ہونے والے آمدنی کے دیگر متبادل ذرائع تلاش کیے جائیں اورنجی سیکٹر کی حصہ داری میں اضافہ کیا جائے اس کی بدولت قومی اقتصاد کی کارکردگی بہتر ہوگی، کمپنیوں کے درمیان مسابقت بڑھنے کی وجہ سے خدمات کا معیار مزید بہتر ہوگا، کاروبار کے مختلف شعبوں میں دائرہ کار بڑھے گا، مقامی شہریوں کے لیے روزگار کے مواقع میں اضافہ ہوگا، سعودی وغیر ملکی شہریوں کواندرون ملک سرمایہ لگانے کا حوصلہ ملے گا، اس طرح جوسعودی سرمایہ دوسرے ملکوں میں اور بسااوقات اسلام دشمن ملکوں میں منتقل ہوکر ان ملکوں کی اقتصادی ترقی کا سبب بنتا رہاہے اس سرمایہ سے خود **سعودی عرب** فائدہ اٹھانے کا اہل ہوجائے گا اور بجائے اس کے کہ سعودی سرمایہ سے اسلام دشمن طاقتیں فائدہ اٹھائیں اس کے برعکس بیرونی سرمایہ کی آمد سے سعودی حکومت فائدہ اٹھاسکے گی، اس کے لیے امن وامان، سیاسی استحکام، مضبوط انفرااسٹرکچر، مواصلات وسڑکیں اوروافر بجلی وتوانائی کے ذرائع اورسستا ایندھن موجود ہیں اوروہ سارا ماحول یہاں میسر ہے جوغیرملکی سرمایہ کاروں کوراغب کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے، لہٰذا اگر یہ منصوبہ کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے تو نہ صرف غیرملکی سرمایہ بے روک ٹوک آسکے گا بلکہ اس کی بدولت جدید ترین ٹکنالوجی مملکت تک منتقل ہوگی جس سے آنے والی نسلیں فائدہ اٹھائیں گی، اس سلسلہ میں جب مسابقت کا جذبہ فروغ پائے گا تو مختلف طرح کی خدمات فراہم کرنے والے اداروں وکمپنیوں میں سے زیادہ موزوں ولائق وفائق اداروں کومنتخب کرنے کا موقع

ملے گا اور حکومت کی صنعت وتجارت میں ان کو شریک کر کے اقتصادی ترقی کو مزید وسیع ومضبوط بنایا جاسکے گا اور رفتہ رفتہ جب نجی اداروں کا کردار سعودی معیشت میں زیادہ فعال ہوتا جائے گا تو وژن ۲۰۳۰ء میں یہ نشانہ مقرر کیا گیا ہے کہ مجموعی گھریلو پیداوار میں ان کی حصہ داری چالیس فیصد سے بڑھ کر ۶۵/ فیصد تک کر دیا جائے، خاص طور سے ملک کی ترقی کے بنیادی ڈھانچہ پانی، بجلی، نقل وحمل، مواصلات، پٹرول، کیمیکل اور بینکنگ ومالیاتی شعبوں میں نجی اداروں کو شریک کیا جائے گا اسی طرح پرائیویٹ اداروں کو تعلیمی مراکز اور نئے میڈیکل سینٹر کے قیام میں حصہ لینے کے مواقع بھی فراہم کیے جائیں گے۔

ان سب منصوبوں کو بروئے کار لانے کے لیے ملک کے بنیادی ڈھانچوں میں بھی دوررس تبدیلیاں کی جائیں گی، سیاحت کو بھی فروغ دیا جائے گا، ملکی وغیر ملکی سیاحوں کی کشش ودلچسپی کے سامان تیار کرنے ہوں گے، **سعودی عرب** کو قدرت نے ہر طرح کی آب وہوا اور ہر قسم کے موسم ومناظر سے مالا مال کیا ہے، یہاں اگر صحرائی خطے اور چٹیل میدان ہیں تو خشک وسبز دونوں طرح کے پہاڑ ہیں یہاں اگر ایک حصہ میں خشک وگرم ہوائیں یا مرطوب سمندری ہوائیں چل رہی ہوتی ہیں تو دوسرے حصہ میں اونچے پہاڑوں پر لوگ برف باری کا لطف اٹھا رہے ہوتے ہیں، یہاں تین طرف سمندر ہیں جس سے اس کو نقل وحمل کے وسیع مواقع حاصل ہیں، جدّہ کی بندرگاہ دنیا کی چند عظیم ومصروف بندرگاہوں میں سے ایک ہے، اس کے باوجود بحر احمر کے دوسرے سرے پر مملکت کے شمال مغرب کی جانب جدید وسائل سے آراستہ ایک نئی بندرگاہ کی تعمیر بھی اس منصوبہ کا حصہ ہے۔

تفریح پسند لوگوں اور ملکی وغیر ملکی سیاحوں کے لیے کئی ایک تفریح گاہیں تعمیر کی جارہی ہیں، کئی بڑے پارک بنائے جارہے ہیں جن میں سے بعض پارکوں کا شمار مکمل ہوجانے کے بعد دنیا کے سب سے بڑے پارکوں میں ہوگا، ان میں بچوں وبڑوں اور مرد وخواتین سب کی تفریح ودلچسپی اور سیر وسیاحت کے لیے جدید سامانوں کا استعمال کیا جائے گا۔

سیاحت کو اس طرح فروغ دینے سے ملک کو سیاحت کے شعبہ سے خطیر آمدنی متوقع ہے اور وہ سعودی شہری جو دنیاوی اعتبار سے اس خشک ملک میں اپنی تفریح طبع کا کوئی سامان نہ پانے کی وجہ سے پڑوسی ملکوں اور مصر وامارات میں اپنی چھٹیاں گزارنے کے لیے جاتے رہے ہیں ان کو اپنے ہی ملک میں سیر وتفریح اور ذہنی طور پر لطف اندوز ہونے کا پورا موقع ملے گا تو اس سے ملک کو یہ فائدہ ہوگا کہ جو پیسہ بلکہ خطیر رقومات اپنی تفریحی سرگرمیوں میں وہ دوسرے ملکوں میں جا کر خرچ کرتے رہے ہیں ان کو وہ ساری چیزیں اور سیر وتفریح کے مواقع اپنے ہی ملک میں حاصل ہوجائیں گی تو ملک کا ایک بڑا سرمایہ ملک میں ہی رہے گا، اور نہ صرف سعودی شہریوں کے لیے بلکہ غیر ملکی شہریوں کے لیے بھی اس میں کشش ودلچسپی بڑھے گی اور وہ اس کی طرف راغب ہوں گے ان میں اسلامی وغیر اسلامی سبھی طرح کے ملکوں کے لوگ ہوں گے، ان کے ذریعہ ملک میں خطیر سرمایہ آئے گا اور ٹورزم سے حاصل ہونے والی یہ متوقع آمدنی مستقبل میں ملک کی اقتصادیات کو مضبوطی فراہم کرنے کا کام کرے گی، اس وقت دنیا میں سیاحت وٹورزم کو جو اہمیت حاصل ہے اور ملکوں کی معیشت میں اس کا جو کردار ہے اس سے انکار ممکن نہیں، یہی وجہ ہے کہ دنیا کے جو ممالک تھوڑے بہت وسائل کے مالک ہیں اور جغرافیائی یا تاریخی اعتبار سے ان کی

کچھ بھی اہمیت ہے وہ ٹورزم کو ترقی دینے پر بھرپور توجہ دیتے ہیں، ہمارا ملک نیپال بھی ان میں سے ایک ہے۔

امیر محمد بن سلمان نے وژن **۲۰۳۰ء** منصوبہ کے تحت صحراء عرب میں کئی جگہ نئے نئے چھوٹے شہر تعمیر کرنے کا تصور دیا ہے اوران کو جدید سہولیات اور ماڈرن ضروریات سے آراستہ کرنے کا عزم ظاہر کیا ہے، ان میں بحر احمر کے ساحل پر ''نیوم سٹی'' نام کا بسائے جانے والا جدید شہران کے وژن کا سب سے بڑا تخیلاتی شہر ہے جس کی جدید سہولیات کی تفصیلات نے لوگوں کو ابھی سے اس کی سیاحت کا مشتاق بنا دیا ہے اس جدید آراستہ وپیراستہ تصوراتی شہر کے سلسلہ میں محمد بن سلمان اور سعودی منصوبہ سازوں کو کڑی تنقید کا بھی نشانہ بنایا گیا ہے جس میں حقیقت کم اور افسانہ زیادہ ہے۔

بہر حال حقیقت یہی ہے کہ سیاحت کو فروغ دینے اور دنیا بھر کے سیاحوں کو **سعودی عرب** کی طرف راغب کرنے کے لیے **محمد بن سلمان** نے کئی ایک اسلامی اقدار اور سعودی روایات سے ایک حد تک سمجھوتہ کیا ہے جس کے لیے ان کی اپنی مجبوریاں ہوں گی ،لیکن لوگوں نے زیب داستاں کے لیے اس کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے اور اس میں بہت مبالغہ سے کام لیا ہے ورنہ حقیقتاً ان کے حالیہ فیصلوں اور اقدامات کو حرام وناجائز نہیں کہا جاسکتا اور اپنے شہریوں کو جائز تفریحات کے مواقع فراہم کرنے اور غیر ملکی شہریوں کو اس جانب راغب کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ تو کڑے فیصلے کرنے اور انقلابی قدم اٹھانے پڑتے ہیں، وقت کے ساتھ چلنے میں ہی دانشمندی ہے بشرطیکہ اپنی تہذیب وثقافت اور اسلامی تعلیمات سے سمجھوتہ نہ کیا جائے۔

راقم سطور کا زیر نظر مضمون صرف سعودی معیشت اور اس کے مستقبل کے منصوبوں پر مشتمل ہے اس لیے اتنی ہی بات پر اکتفا کرتا ہوں، البتہ امیر محمد بن سلمان پر لگائے جانے والے بعض الزامات اور سعودی حکومت کے بعض فیصلوں پر ہونے والی تنقید کی حقیقت پر ایک علاحدہ مضمون میں اظہار خیال کروں گا ان شاء اللہ، یہ مضمون اسی خصوصی شمارہ میں ''سعودی حکومت کے معاندین ومخالفین کے دعووں کی حقیقت'' نام کے دوسرے مضمون میں دیکھ سکتے ہیں۔

۞۞۞

ماسٹر عبدالحسیب (دفتری صاحب) کو صدمہ:

احباب جماعت و جمعیت کے لیے یہ خبر باعث رنج وغم ہوگی کہ جناب ماسٹر عبدالحسیب صاحب دفتری جامعہ سراج العلوم السّلفیہ جھنڈانگر کے جواں سال بھتیجے اور مدرسہ ضیاء العلوم السّلفیہ چنزوٹا کے استاد عزیزم حافظ محمد عاصم سراجی سلمہ کے بڑے بھائی جناب **ماسٹر سلمان احمد** (کلیان پور) عارضہ شوگر میں مبتلا ہو کر ۱۲ ستمبر **۲۰۲۱ء** کو انتقال کر گئے،انا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

مرحوم سیدھے سادے اور ملنسار تھے، صوم وصلاۃ کے پابند تھے، اللہ ان کی بشری لغزشوں کو درگزر کرتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور تمام لواحقین وپسماندگان بالخصوص بوڑھی بیوہ ماں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔(آمین)

قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

(غم زدہ:سعود اختر عبدالمنان سلفی)

شیخ خورشید احمد سلفی
شیخ الجامعہ جامعہ سراج العلوم السّلفیہ، جھنڈانگر، نیپال

مملکت توحید۔اخوان الشیاطین کے نشانہ پر کیوں؟

مملکت توحید سعودی عرب ایک اسلامی فلاحی مملکت ہے ، جس کی مثال آج روئے زمین پرنہیں ملتی ہے گذشتہ کئی صدیوں تک تاریخ میں ایسی شاندار، خیر پسند، فلاحی، مملکت وحکومت کا دور دور تک کہیں نشان تک نہیں مل رہاہے، اس کی بنیاد خالص کتاب اللہ وسنت مطہرہ پر ہے، قرآن کریم اس کا دستور ہے توسنت رسول ﷺ اس کی روشن شمع ہے جس کی روشنی میں وہ اپنے تمام احکام واعمال کی پابند ہے، آل سعود جن کے مبارک ہاتھوں میں زمام حکومت ہے وہ اسلامی دستور کو عملی طور پر اپنے سینوں سے لگائے ہوئے ہیں جس کا زبانی اظہار بھی وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں ، جیسا کہ گذشتہ قریبی ایام میں ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان نے اپنے ایک بیان میں کیاہے، ان کی یہی اسلام پرستی اخوان الشیاطین کو بڑی گراں گزرتی ہے اوروہ درپردہ واعلانیہ اس کی مخالفت کرتے رہتے ہیں، کبھی اس کے طرز حکومت پر تنقید کرتے ہیں توکبھی اس کی سیاسی خارجہ پالیسیوں کو ہدف ملامت بناتے ہیں توکبھی شاہی خاندان کے افراد پر اتہام طرازی کرتے ہیں، اوراس سے بھی تھک جاتے ہیں تو وہاں کے علماء ومشائخ کرام کی توہین پر اتر آتے ہیں، یہود ونصاریٰ کو توان سے مذہبی جلن ہے وہ کسی صورت اسلام کے فروغ وترقی کو دیکھنا نہیں چاہتے ہیں جو آل سعود کی قیادت وآل الشیخ ودیگر مشائخ کی معاونت وموافقت سے ہورہاہے ، حرمین شریفین کی حفاظت وصیانت تعمیری ترقیاں مقامات حج ومشاعر مقدسہ میں نت نئی سہولیات وآسانیاں حجاج ومعتمرین وزائرین کی مختلف النوع خدمات وعزت افزائیاں اہل وطن کی خوشحالی کے منصوبے، قیام امن وامان اورعدل وانصاف کی ہمہ جہت قابل قدر کوششیں وسرگرمیاں، ان سارے امور سے ان کا جگر شق ہواجاتاہے، یہ صورت حال اگرانھیں دشمنان اسلام واعداء توحید وسنت تک محدود رہتی توبات دگرہوتی ،مگرافسوس وتعجب تو ہوتاہے کہ خودامت مسلمہ کے اندر ان یہود ونصاریٰ کے ایجنٹ موجود ہیں جوسعودی عرب کو بدنام کرنے میں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیناچاہتے ہیں اورمیڈیا بطورخاص سوشل میڈیا میں تووہ رات دن ایک کیے رہتے ہیں لگتاہے کہ وظیفہ خوراخوان الشیاطین متعین ہیں، یہود ونصاریٰ نے ان کو خریدلیاہے اورامانت ودیانت سے بے پرواہوکر بے بنیاد الزامات تراشتے وپھیلاتے رہتے ہیں، الأمان والحفیظ، ان ایجنٹوں سے عرض ہے ۔

مکش تیغ ستم والہان سنت را
نہ کردہ اند بجز پاس حق گناہِ دگر

اللہ رب العالمین نے عربوں کو سیاہ سیال سونا عطا کردیا یعنی عرب ریگستان سے پٹرول ابلنے کی بدولت دولت کی ریل پیل ہوئی تو وہاں کی حالت سنور گئی۔ تمدن، معاشرت، صحت، تعلیم، سیاست، تجارت اور بیرون دنیا سے گہرے میل وجول میں اک انقلاب آگیا، خاص طور سے شعبہ تعلیم میں تو بڑا انقلاب آیا، پوری دنیا میں ان مجہول الحال جزیرۃ العرب کی ریاستوں اور وہاں کے بدوؤں کا چرچا وشہرہ ہوگیا۔ ساری دنیا کی نظریں ان کی دولت ووسائل پر مرکوز ہوگئیں۔ عرب نے سونے کی چڑیا کا روپ اپنالیا، چھوٹی چھوٹی ریاستوں یعنی ابوظبی، دبئی،

شارجہ، فجیرہ، راس الخیمہ، عجمان، ام القیوین سے کون واقف تھا، کویت، قطر، بحرین، عمان کس شمار و قطار میں تھے۔ لیکن رب العالمین کا ابر کرم و رحمت بے پناہ دیکھیے کہ ان کے پرکشش ناموں، دلکش تنصیبات وکمپنیوں کے سامنے دیگر شہرت یافتہ ممالک کے نام ماند پڑ گئے۔ ان ممالک نے نہ صرف تیل و پٹرول پیدا کرنے، بلند بالا فلک بوس محلات و ہوٹل تعمیر کرنے، وسیع و پختہ سڑکیں بنانے اور تجارتی مول قائم کرنے میں ریکارڈ قائم کیا بلکہ تعلیم وصحت کے شعبہ میں بھی سبقت لے گئے۔ مولانا حالی نے عہد عباسی کی ترقیوں کا، خاص طور سے تعلیم گاہوں کا جو خوبصورت، دل پذیر نقشہ کھینچا ہے وہ سعودی کالجز و یونیورسٹیز پر بھی صادق آتا ہے۔

نظامیہ، نوریہ، مستنصریہ
نفیسیہ، ستیہ اور صاحبیہ
رواحیہ، عزیہ اور قاہریہ
عزیزیہ، زینیہ اور ناصریہ
یہ کالج تھے مرکز سب آفاقیوں کے
حجازی و کردی و قپچاقیوں کے

عرب اسلام ودعوت اسلام کا ہمیشہ مرکز رہا ہے۔ مکہ مکرمہ جوام البلاد ہے جہاں کعبۃ اللہ جلوہ ریز ہے، جہاں اللہ کی تمام نشانیاں موجود ہیں جیسا کہ اس نے اپنے کلام میں فرمایا ہے:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ، فِيْهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيْمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِناً﴾ (آل عمران: ۹۶)

اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ شریف میں ہے جو تمام دنیا کے لیے برکت و ہدایت والا ہے جس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے۔ اس میں جو آجائے امن والا ہو جاتا ہے۔

خاتم النبیین ﷺ کی جائے ولادت باسعادت ہونے کا اسے شرف حاصل ہے، قرآن کریم کے آغاز نزول کا سہرا اسی بستی کے سر بندھا، آپ کو نبوت ورسالت کے اعلیٰ وارفع مرتبہ پر وہیں سرفراز کیا گیا، غرض یہ کہ مکہ مکرمہ مرکز اسلام، مولد النبی، مہبط وحی، منبع رشد وہدایت، مطلع انوار ایمان ویقین، مصدر نور و ضیاء اور مخزن صدق وصفا، مرجع خیر وبرکات ہے۔

اسی طرح مدینہ منورہ مدینۃ النبی کے مبارک لقب سے سرفراز، دارالہجرۃ وقیام گاہ نبی وآل نبی ومہاجرین وانصار کے فخر سے مفتخر، منبع اسلام ومصدر اسلام کے اعزاز پر بہار سے زرنگار اور نزول جبرئیل، مسجد النبی، منبر رسول وروضۃ من ریاض الجنۃ، آرامگاہ نبی واصحاب وازواج مطہرات ومقابر شہداء سے مالا مال ہے۔ جہاں نہ طاعون داخل ہوگا نہ دجال کذاب داخل ہو سکتا ہے، اس طرح نہ جانے کتنے خیرات وبرکات، انوار وتجلیات، فضائل وکمالات اور فیضان سے یہ بستی مستنیر ہے۔

واہ، واہ، ثم واہ، واہ مملکت توحید سعودی عرب کو کیا کچھ دینی، دنیوی واخروی مادی وروحانی فضائل حاصل ہیں۔ کن کن بے نظیر القاب سے ملقب ہے، کیسی کیسی خوبیوں سے اس کا خزانہ معمور ہے۔ روئے زمین کا کون حصہ و بقعہ و بلدہ ان فضائل میں اس کا سہیم وشریک ہے؟ کوئی نہیں ہرگز نہیں!

خیر یہ تو جذبات میں چند جملے آگئے مگر سعودی عرب کو بجا طور پر مملکت توحید کہا جاتا ہے سعودی عرب ہی وہ ملک ہے جس کے حکمرانوں نے حفاظت توحید میں سر دھڑ کی بازی لگا دی ہے، صحراء نجد جہاں قیس نے صحراء نوردی کی تھی اور وصال لیلیٰ کی خاطر اپنا سب کچھ گنوا کر عشق کی تاریخ میں نہ صرف زندہ جاوید ہو گیا بلکہ قربانی و وفائیت کے لیے ضرب المثل بن گیا۔

اسی صحرائے نجد نے پھر ایک نئی تاریخ رقم کی یہ تاریخ

دینی عشق اور فدائیت توحید کی تھی، یہ تاریخ اتباع سنت ورد شرک وبدعات کی تھی۔ دو دیوانے اٹھتے ہیں اور حفاظت توحید خالص و احیاء سنت کے لیے دور آخر میں بے مثال کارنامے انجام دے کر ہمیشہ کے لیے تاریخ میں زندہ جاوید ہو جاتے ہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

یہ دنوں جیالے شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہاب نجدی اور امیر محمد بن سعود رحمہما اللہ ہیں۔

آج بحمد اللہ انھیں کی اولا دیں ان کی سچی جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے توحید خالص وسنت مطہرہ کا علم بلند کیے ہوئے ہیں اور اس علم کی شان پر کوئی آنچ نہیں آنے دے رہے ہیں۔

اس وقت جب کہ یہ سطور صفحہ قرطاس پر بکھیر رہا ہوں عالم اسلام کا دینی وسیاسی منظرنامہ بڑا دل خراش ہے، ایک طرف یہود ونصاریٰ اور روافض کی سازشوں وریشہ دوانیوں سے مسلم ممالک میں خلفشار، انتشار ہی نہیں بلکہ عداوت ومخاصمت اور جنگ وجدال، قتل وخونریزی کا بازار گرم ہے۔ یہود ونصاریٰ کی ناپاک سازشوں سے جو کچھ ہو رہا ہے وہ تو اسلام دشمنی پر مبنی ہے۔ مگر دوسری طرف شیعہ ایران کی سربراہی میں رفض وتشیع کا بڑا گھناؤنا خطرناک کھیل جاری ہے، وہ تشیع کے رنگ میں عالم اسلام کو رنگنے اور اہل سنت کے خاتمہ کے منصوبہ کے تحت عالم اسلام کو تہ وبالا کر کے حرمین شریفین پر قبضہ جمانے کی پوری طاقت وقوت جھونکے ہوئے ہے۔ ایران کا ایک بڑا آلہ کار مصرو خلیجی ریاستوں نیز ہند و پاک ترکی و بنگلہ دیش اور نیپال وغیرہ میں بکھرے ہوئے اخوان الشیاطین اور روافض ہیں، یہ لوگ اسلامی حکومت کے قیام اور اتحاد اسلامی کے پرفریب نعروں کی گونج میں شیطانی چالیں چل رہے ہیں۔ یہ بڑی خطرناک چال ہے، فی الحال اتنا ہی عرض ہے کہ ترکی کے موجودہ صدر رجب طیب اردگان کو یہ لوگ عالم اسلام کا ہیرو بلکہ امیر المومنین کی شکل میں پیش کر رہے ہیں جبکہ اس نام نہاد امیر المومنین کے قریبی تعلقات عالم اسلام کے سب سے بڑے دشمن اسرائیل کے ساتھ ہیں۔ سوشل میڈیا پر ارطغرل غازی کے نام سے ایک سیریل (سلسلہ) چلایا جا رہا ہے جس میں ترکی کی تاریخ جہاد اور جذبہ اسلامی کو اجاگر کیا جا رہا ہے۔ اس سیریل کو لے کر بڑی اچھل کود بھی ہے۔ اس ڈرامہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ترکی میں جوش جہاد اور احیاء اسلام کا جذبہ ہے۔ رجب طیب اردگان خلیفۃ المسلمین ہیں۔ اس سیریل کے ذریعہ نوجوانوں میں یہ منفی سوچ پیدا کرنے کی جدوجہد ہو رہی ہے کہ عرب حکمراں غفلت کا شکار عیاشیوں میں سرمست اور اپنے عالیشان محلوں میں داد عیش دے رہے ہیں، آل سعود بطور خاص ان کا ہدف ہیں، جب کہ اس ڈرامہ میں صوفیت وقبر پرستی کی بین السطور دعوت دی گئی ہے۔

ایک عیب یہ بھی اچھالا جا رہا ہے کہ جب بلقانی ریاستوں نے خلافت عثمانیہ سے بغاوت کر دیا اور آمادہ پیکار ہو گئیں تو اس جنگ میں عربوں نے خلافت عثمانیہ کا ساتھ نہ دے کر یورپی ریاستوں کی ہمنوائی کی بالآخر خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہو گیا۔

اس موضوع کو لے کر ایک عرصہ سے میرے ذہن کے پردے پر بھی کہیں ایک ہلکا دھبہ تھا بھلا کون باشعور سچا مسلمان ہوگا جو مسلمانوں کی مضبوطی وسربلندی کا اپنے اندر جذبہ نہیں رکھتا ہوگا خلافت مسلمانوں کی اجتماعیت ومجتمع قوت وشوکت کی ایک علامت تھی، ہمارے برصغیر میں بھی بقاء خلافت کی تائید میں خلافت کمیٹی بنی تھی، مولانا محمد علی ومولانا شوکت علی کی قیادت میں تحریک چلی جس کی حمایت گاندھی جی نے بھی کی تھی اس زمانے کی مشہور نظم تھی جس میں مولانا محمد علی کی اماں کے جذبات کی

ترجمانی ہے

بولیں اماں محمد علی کی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
ساتھ تیرے ہیں شوکت علی بھی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
بوڑھی اماں کا کچھ غم نہ کرنا
کلمہ پڑھ کے خلافت پہ مرنا
پورے اس امتحان میں اترنا
جان بیٹا خلافت پہ دے دو

چونکہ ہندوستان میں ہمارے اہل تقلید، اہل بدعت اور اہل تصوف بھائیوں کی اکثریت ہے، عموما اکثریت کے شور و شرابے میں اقلیت گم ہوجاتی ہے، معاف کریں گے میرے ذہن میں جو دھبہ پڑا تھا وہ ایک حنفی مولانا صاحب کے خطاب کو سن کر ہی پڑا تھا جنھوں نے ترکوں کے ساتھ عربوں کا رونا رویا تھا۔ لیکن اس موضوع سے متعلق جب تھوڑی بہت معلومات ہوئی اور آل سعود بلکہ موحدین پر ترکی حکومت کے مظالم اور غداری کا حال معلوم ہوا تو نہ صرف وہ دھبہ دھل گیا بلکہ آل سعود کا موقف حق بجانب ہی نہیں بلکہ حق کا علمبردار نظر آیا وہ یہ کہ آل سعود توحید کے علمبردار اور خالص موحد ومتبع سنت تھے اور ہیں، یہ شرک و بدعت، قبر پرستی تو ہرگز برداشت نہیں کرسکتے تھے اس راستہ میں وہ اپنا سب کچھ لٹا دینے کو تیار تھے جب کہ ترکی حکومت شرک و بدعت اور قبر پرستی کی حامی تھی، یہی بنیادی سبب تھا کہ ترکی حکومت کو آل سعود کا پنپنا برداشت نہیں تھا، وہ ان کو صفحہ ہستی سے ملیا میٹ کردینا چاہتی تھی۔ بہر حال یہ ایک خونچکا تاریخ ہے، ابراہیم پاشا نے حاکم درعیہ عبداللہ بن سعود کو گرفتار کرا کے مصر لے گیا پھر محمد علی پاشا کے حکم سے استنبول لے جایا گیا اور وعدہ کے برخلاف غداری کر کے ۸؍صفر ۱۲۳۴ھ کو ان کو اور ساتھیوں کو آیا صوفیا کے صحن میں پھانسی دلوایا۔ ایسی صورت میں کوئی بھی انصاف پسند مسلمان اور منصف مورخ عربوں کو کٹگھرے میں کھڑا کرے گا یا ترکی حکومت پر لعنت بھیجے گا۔ ایسی خلافت لے کر کیا کریں گے جو توحید وسنت کا گلہ بھینچے اور شرک و بدعت وقبر پرستی کی آبیاری کرے۔

بات ذرا طویل ہوگئی
مقطع میں آ گئی تھی سخن گسترانہ بات

میں عرض کر رہا تھا کہ آل سعود نے تعلیم کے شعبہ میں بھر پور دلچسپی لی، جہاں انھوں نے عصری علوم کے لیے کالجز و یونیورسٹیز قائم کیا وہیں دینی علوم کی نشر واشاعت اور دعاۃ کی تیاری کے لیے الجامعۃ الاسلامیہ بالمدینۃ المنورۃ، جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرّمۃ، جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض، جامعۃ الملک سعود ریاض بھی قائم کر کے ایک بے نظیر کارنامہ انجام دیا۔ بعد کے ایام میں تو اور بہت سی اسلامی یونیورسٹیز قائم کی جا چکی ہیں۔ ان جامعات میں سعودی طلبہ تو تعلیم حاصل کر ہی رہے تھے اور کر رہے ہیں ان کے دوش بدوش بیرونی طلبہ کے لیے ان کے دروازے مکمل طور سے کھول دیے گئے جن میں نیپال کے طلبہ بھی اچھی خاصی تعداد میں داخل ہوئے جہاں انھوں نے بی۔اے، ایم اے۔ اور پی۔ایچ۔ڈی تک کی تعلیم حاصل کی، پھر فراغت کے بعد اپنے ملک واپس آکر تعلیم و دعوت کے کارواں میں نہ صرف شریک ہوئے بلکہ قائدانہ رول ادا کر رہے ہیں۔

۞۞۞

شمیم احمد ندوی

سعودی عرب کے معاندین ومخالفین

یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ **مملکت سعودی عرب** اپنے وجود وقیام کے اول روز سے مخالفین ومعاندین اور دشمنان دین میں گھرا ہوا ہے یا کم از کم حاسدین کی فتنہ پردازیوں اور شرانگیزیوں کا سامنا کر رہا ہے، اس کے مخالفین مختلف طبقات کے لوگ ہیں، ان میں نام نہاد مسلمان بھی ہیں اور اسلام دشمن طاقتوں کے آلۂ کار بھی، مسلم دشمن قوتوں کی دشمنی کے اسباب تو سمجھ میں آتے ہیں، کیونکہ دراصل ان کی دشمنی **سعودی عرب** سے نہیں بلکہ اسلام اور اسلامی قوانین کے نفاذ سے ہے، انھیں ہرگز یہ گوارہ نہیں کہ دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو اور اسلام اپنی نشأۃ ثانیہ کی طرف رواں دواں ہو، مسجدیں آباد ہوں، دینی مراکز اور دعوۃ الجالیات کے سنٹرس اسلام کی تبلیغ اور نشر واشاعت کا کام کریں، تعلیمی ادارے دین کے داعی اور شارح وترجمان تیار کریں، اسلامی قوانین کا نفاذ کرتے ہوئے مجرموں کو قرار واقعی سزائیں دی جائیں، چوروں کے ہاتھ کاٹے جائیں، زانیوں کو سنگسار کیا جائے اور قاتلوں و رہزنوں، امن کے دشمنوں اور منشیات کی اسمگلنگ کرنے والوں کو تختہ دار پر لٹکایا جائے، ملک میں امن وامان اور خوشحالی کا دور دورہ ہو، وہاں کی شاہ راہیں اور سڑکیں قرآنی آیات اور نبوی احکامات سے مزین لوحات وکتبات سے جگمگا رہی ہوں، بازاروں وتجارتی مراکز میں قرآن کریم کی صدائے دلنواز گونج رہی ہو، انھیں یہ بھی گوارہ نہیں کہ دنیا بھر میں قرآنی تعلیمات کو عام کیا جائے، غیر مسلموں کے سامنے اسلامی دعوت کو پیش کر کے انھیں دائرۂ اسلام میں داخل کیا جائے، حج وعمرہ کے انتظامات کو مثالی بنا کر دنیا بھر کے مسلمانوں اور حجاج ومعتمرین کو آرام وراحت بہم پہنچائی جائے اور سب سے بڑی بات یہ کہ وحدت امت کا پیغام دے کر ملت کے بکھرتے ہوئے شیرازہ کو یکجا کیا جائے، "**التضامن الإسلامی**" کے دلنشیں عنوان کے تحت اور رابطہ عالم اسلامی کی کوششوں کے ذریعہ مسلمانان عالم کے درمیان پائے جانے والے فرقہ وارانہ اور مسلکی اختلافات کو ختم کیا جائے، اسلامی ممالک میں سیاسی استحکام لانے کی تدابیر کی جائیں، کمزور و پسماندہ اور ظلم واستحصال کے شکار مسلمانوں کی مالی مدد کی جائے اور ہجرت ونقل مکانی پر مجبور مسلمانوں کی باز آبادکاری کا سامان کیا جائے، غرض یہ اور اس کے علاوہ وہ تمام کارہائے نمایاں جن کے ذریعہ مملکت توحید دنیا بھر کے مسلمانوں کی عزت وسربلندی کے لیے کوشاں اور ان کو ظلم وجارحیت سے بچانے کے لیے سرگرداں ہے ان ممالک کو یہ سب کیوں کر پسند آسکتا ہے جو مسلمانوں کے وجود کے دشمن اور ان کو آپس میں لڑا کر اپنا الو سیدھا کرنے کے خواہاں ہیں، جو کبھی برما میں تو کبھی یمن میں، کبھی عراق میں تو کبھی افغانستان میں، کبھی سیریا میں تو کبھی لیبیا میں، کبھی اپنوں کے ذریعہ اور کبھی غیروں کے ذریعہ ان کو فتنہ وفساد اور بدامنی ودہشت کا شکار بنا کر وحدت امت کو پارہ پارہ کرنے کے درپے ہیں، وہ ہر اس ملک سے خائف وہراساں اور اس کی بیداری سے لرزاں وترساں ہیں، جو اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے کوشاں ہے، ان کی دشمنی **سعودی عرب** سے بھی اسی وجہ

سے ہے اور اب افغانستان میں طالبان حکومت کی طرف سے شرعی قوانین کے نفاذ کے اعلان کے بعد طالبان سے بھی اسی وجہ سے ہے، لیکن چونکہ **سعودی عرب** قدرتی وسائل سے مالا مال ایک خودکفیل اور ترقی پذیر ملک ہے اس لیے اس کے ساتھ دشمنی وعداوت کے اسباب میں حسد کے عوامل بھی کارفرما ہیں، وہاں اگر شریعت کے احکامات کے مطابق مجرموں وخاطیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جاتا ہے تو یہ بات انھیں ہضم نہیں ہوتی اور اس پر حقوق انسانی کی خلاف ورزی کے الزامات عائد ہوتے ہیں ،اگر ایسا ہوتا ہے تو سعودی حکومت کو اس کی پرواہ اس وجہ سے نہیں ہوتی کہ اسے انسانی ذہن ودماغ کے بنائے ہوئے قوانین کی پاسداری کی فکر کے بالمقابل اللہ کے بنائے ہوئے قوانین اور حدود وتعزیرات پر عمل کی فکر زیادہ ہوتی ہے، انسانی ذہن ودماغ کے بنائے ہوئے دستور وقوانین اور اصول جہاں بانی بالخصوص مغربی ملکوں میں پائے جانے والے قوانین ملکی میں مظلوموں کی دادرسی سے زیادہ ظالموں کی حمایت اور مجرمانہ وارداتوں کے شکار لوگوں کو انصاف سے زیادہ جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور مجرموں کے ساتھ بے جا رعایت کا ایک عام تاثر پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب **سعودی عرب** میں ظالموں ومجرموں اور امن عامہ کو درہم برہم کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جاتی ہیں تو اس پر حقوق انسانی کی خلاف ورزی کے الزامات لگتے ہیں اور وہ مغربی ملکوں کی ہٹ لسٹ میں آجاتا ہے اور اس کے ایک ایک فیصلہ اور ایک ایک نقل وحرکت کی کڑی نگرانی ہوتی ہے لیکن سعودی حکومت چونکہ شرعی قوانین کے نفاذ اور عدل وانصاف کے اصولوں پر قائم ہے اس لیے اس کا بال بیکا کرنے میں کامیابی نہیں ملتی اور چونکہ اس نے دنیا کی اقتصادی سرگرمیوں میں ایک نمایاں مقام حاصل کرلیا ہے اور ایک بڑی معاشی طاقت کا مالک ہے،اسے مکمل سیاسی استحکام حاصل ہے اور گزشتہ چند برسوں میں اس نے عسکری اعتبار سے بھی غیر معمولی قوت حاصل کر لی ہے،اسی کے ساتھ ساتھ وہ دنیا کے مسلمانوں کا مرکز عقیدت ہے اور یہاں حرمین شریفین اور مشاعر حج واقع ہیں، پوری دنیا کے مسلمانوں کا یہاں قبلہ وکعبہ ہے اور اللہ کا وہ گھر ہے جس کی حفاظت کا اس نے ذمہ لے رکھا ہے اور جس کی زیارت ہر مسلمان کا خواب ہے، اس لیے کسی بھی بیرونی طاقت کو یہ ہمت نہیں ہوتی کہ وہ **سعودی عرب** کے خلاف کوئی کارروائی کرے کیونکہ اس کے خلاف کسی بھی قسم کی جارحیت کا ارتکاب پوری دنیا کے مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کے مصداق ہے۔

مغرب کی جانب سے **مملکت سعودی عرب** کی مخالفت یا اس سے بغض ونفرت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں نظام اسلامی کے تحت خواتین کو پردہ وحجاب کا پابند بنایا گیا ہے ان کو تعلیم حاصل کرنے ،کاروباری سرگرمیوں میں حصہ لینے ،مخصوص فیلڈ میں ملازمتوں کو حاصل کرنے اور دیگر وہ تمام امور انجام دینے کی اجازت ہے جو ان کی فطری ساخت اور نسوانیت کے ساتھ میل کھاتے ہیں یا جہاں ان کی نسوانیت اور عفت وعصمت کے تحفظ کی ضمانت ہوتی ہے، اور یہاں مرد وزن کے بے جا اختلاط کے مواقع نہیں ہیں،عورتوں کو یہاں بلاضرورت گھر سے باہر نکلنے اور سیر وتفریح میں حصہ لینے کو معیوب سمجھا جاتا ہے، یہ وہ سرزمین مقدس ہے جہاں خواتین کے لیے مکمل ساتر لباس اور شرعی حجاب کا اہتمام کیا جاتا ہے، جہاں فیشن پرستی، آزاد خیالی اور اباحیت کی ہر سطح پر حوصلہ شکنی کی جاتی ہے، ظاہر ہے کہ عورتوں کے تعلق سے جب صورت حال یہ ہو تو مغرب اسے کیوں کر گوارہ کرسکتا ہے اور کیوں کر اسے برداشت کرنے کے لیے اپنے ظرف کو کشادہ کرسکتا

ہے، جو عورتوں کی عریانیت واباحیت، بے حجابی و بے پردگی اور فحاشی و بے حیائی ہی نہیں بلکہ نائٹ کلبوں میں عریاں رقص وموسیقی اور ساحل سمندر پر عریاں غسل آفتابی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور بے غیرتی کی انتہا یہ کہ نہ صرف اس سے لطف اندوز ہوتا ہے بلکہ اسے عورتوں کی آزادی کی معراج سمجھا جاتا ہے، یہ بات عام ہے کہ مغرب نے اور مغربی تہذیب سے متاثرہ معاشرہ نے عورتوں کو چراغ خانہ سے شمع انجمن بنادیا اور اس کو مساوات مردوزن کا نام دیا جاتا ہے اور جب مساوات مردوزن کے اس غیر فطری تصور کو قبول کرنے سے **سعودی عرب** یا کوئی دوسرا اسلامی ملک انکار کرتا ہے تو اس پر حقوق انسانی کی خلاف ورزی کے الزامات لگتے ہیں اور اس پر طرح طرح کی بندشیں عائد کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔

مغربی ممالک یا اس کی تہذیب وثقافت کے دلدادہ وپروردہ ممالک اگر **سعودی عرب** کے بارے میں منفی رائے رکھتے ہیں اور اس کی اصلاحات واقدامات کو بنظر تحسین دیکھنے کی بجائے بنظر تنقید دیکھتے ہیں تو اس کی وجوہات کو سمجھنا چنداں مشکل نہیں، یہ سیدھے سیدھے نظریات کے ٹکراؤ اور تہذیبوں کے تصادم کا معاملہ ہے، اسلامی روایات اور مغربی تہذیب وثقافت کسی ایک نقطہ پر جمع نہیں ہوسکتیں۔

اگر مغربی ممالک **سعودی عرب** کے خلاف بغض ونفرت کے جذبات رکھتے ہیں تو اس کے لیے ایک سے زیادہ وجوہ واسباب ہیں جن میں سے چند کا سطور بالا میں ذکر ہوا، لیکن افسوس تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے مختلف طبقات بھی **سعودی عرب** کے تئیں بغض وحسد اور کینہ وکدورت سے چور ہیں، وہ اس کی ترقی سے ناخوش وبرہم اور اس کے نقصانات پر مسرور وشاداں ہوتے ہیں اور جہاں بھی جس محاذ پر بھی اسے کسی طرح کی ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے یا اس کا اقتصادی یا عسکری نقصان ہوتا ہے اس پر وہ بغلیں بجانے لگتے ہیں اور ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں کہ سعودی حکومت اب گئی کہ تب گئی، یہ شماتتِ اعداء کی بدترین مثال ہے۔

سعودی عرب سے بغض وعداوت رکھنے والے نام نہاد اسلامی فرقوں وگروہوں میں رضاخانی بریلوی ٹولہ، گمراہ کن تصوف، تقلید جامد اور مشائخ پرستی پر عامل طبقہ، پوری دنیا میں اپنے تصوراتی اسلامی انقلاب کا خواب دیکھنے والا اور اسلامی ملکوں کو خلفشار وسیاسی عدم استحکام کا شکار بنانے والا اور وہاں امن وامان کو درہم برہم کرنے والا طبقہ یہ سب ان معاندین میں سرفہرست ہیں جب کہ رافضی مجوسی ایران **سعودی عرب** کا وجود مٹانے اور حرمین شریفین کو اپنے ناپاک قدموں تلے روندنے کا خواہاں ہے، ان میں سے سب کی دشمنی وعداوت کے اسباب مختلف اور بسااوقات ایک دوسرے سے معارض ہیں، لیکن **سعودی عرب** کی دشمنی میں یہ سب متفق ہیں، جب کہ لے دے کر ہندوپاک اور دنیا کے دیگر ملکوں کے سلفی اس کے حامی ومؤید ہیں، جن کی تعداد بھی کم ہے اور وسائل واثرات کم تر۔ رضاخانی، بریلوی اور قبر پرست فرقہ کو **سعودی عرب** کے وجود سے ہی نفرت ہے اور اس دن سے ہے جب سے ملک عبدالعزیز نے نجد وحجاز میں اپنی حکومت قائم کرکے اس کی سرحدوں کو وسیع ومضبوط کیا اور وہاں خالص اسلامی قوانین کے نفاذ کا اعلان کیا، کتاب وسنت کو اس کا دستور بنایا اور شرک ومظاہر شرک کو ختم کرنے کے اقدامات کیے، قبر پرستی اور ان پر چادر پوشی اور مردوں سے استعانت واستغاثہ پر پابندیاں عائد کیں، مزاروں پر بنے ہوئے قبوں وگنبدوں کو زمین بوس کیا گیا اور تمام شرکیہ اعمال ورسوم اور مشرکانہ رسوم ورواج کا قلع قمع کیا گیا، اب ظاہر ہے کہ شرک کی ان مروجہ شکلوں کی رسیا قوم کو یہ جرأت مندانہ فیصلے اور یہ انقلابی اقدامات کیوں کر پسند آسکتے تھے،

چنانچہ ایوان شرک اور قصر بریلویت میں زلزلہ برپا ہوگیا اور انھوں نے حکومت **سعودی عرب** اور ملک عبدالعزیز کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کردیا، اس کا اثر سب سے زیادہ ہندوستان میں ہی دیکھا گیا (اس وقت غیر منقسم ہندوستان کا پاکستان وبنگلہ دیش بھی ایک حصہ تھا) دیوبندیوں کے ایک طبقہ نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی اور سعودی حکومت کے خلاف سینہ سپر ہوگئے، اس نومولود موحد حکومت کے خلاف دھڑا دھڑ کفر کے فتوے آنے لگے، اس کے خلاف کتابیں تصنیف کی جانے لگیں، احتجاجی جلسے ومظاہرے ہونے لگے اور اس سعودی حکومت کو جس نے صدیوں سے جاری مشرکانہ رسوم ورواج کے خلاف اعلان جہاد کیا تھا کٹھرے میں کھڑا کیا جانے لگا، اس موقع پر برصغیر کے اہل حدیثوں نے اس حکومت کی کھل کر تائید کی اور اس کے فیصلوں کے ساتھ اپنی موافقت کا اظہار کیا، ان تمام تفصیلات کا موقع نہیں۔

دراصل یہ سعودی حکومت قائم ہی ہوئی تھی توحید خالص کی پاسداری، کتاب وسنت کی آبیاری اور اسلامی قوانین کی عمل داری کی شرط پر، **سعودی عرب** کی تاریخ کے مختلف ادوار اور مختلف مراحل پر نظر رکھنے والے بخوبی اس بات سے واقف ہیں کہ اس کے پہلے دور کے حکمراں محمد بن سعود بن محمد آل مقرن اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کے درمیان یہ تاریخی معاہدہ طے پا چکا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ اس حکومت کو کامیابی سے نوازے گا تو اس کے حکمراں یہاں اللہ کا قانون اور اسلام کا دستور نافذ کریں گے، شرک وبدعات کا خاتمہ کریں گے اور توحید کی بالادستی قائم کریں گے اور اگر سعودی حکمراں اس معاہدہ پر کاربند ہوں گے تو شیخ محمد بن عبدالوہاب ان کی ہر ممکن مدد کریں گے، چنانچہ موجودہ سعودی حکمرانوں کو جب اقتدار ونفوذ حاصل ہوگیا تو بانی سلطنت ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن نے اپنے وعدوں کو وفا کیا اور قبوں ومزاروں اور شرک کے دیگر مظاہر کو مسمار ومنہدم کیا، جس کی ان تمام لوگوں نے مخالفت کی جن کے اسلام کی بنیاد ہی انھیں مشرکانہ رسوم ورواج اور بدعات وخرافات پر تھی، ہندوستان کا بریلوی مکتب فکر اس میں پیش پیش تھا، وہ دن ہے اور آج کا دن کہ سعودی حکومت کے خلاف ان کی معاندانہ سرگرمیاں اور زہرافشانیاں جاری ہیں اور اس طبقہ کو **سعودی عرب** میں کوئی خوبی واچھائی نظر نہیں آتی، نہ اسے حج وعمرہ کے بے نظیر اور قابل رشک انتظامات میں کوئی قابل ذکر بات نظر آتی ہے، نہ امن وامان کے قیام اور حجاج ومعتمرین کی جانوں کے تحفظ کو یقینی بنانے میں کوئی خوبی دکھائی دیتی ہے، جب کہ یہی حجاز مقدس ہے کہ بدووں کی لوٹ مار اور راستوں کی بدامنی کی وجہ سے راستہ چلنا اور ارکان حج ادا کرنا مشکل ہو رہا تھا، یہاں تک کہ کئی حلقوں سے حج کی فرضیت کی منسوخی کے فتاوے صادر کیے جا رہے تھے، اس حاسد ومعاند طبقہ کو حرمین شریفین کی توسیع وتزئین اور مشاعر حج کی توسیع وتعمیر میں بھی کوئی اچھائی نظر نہیں آتی ہے لے دے کر انھیں آج تک یہی بات یاد رہ گئی ہے کہ سعودی حکمرانوں نے مزاروں کو زمیں بوس کردیا اور قبروں پر سے قبے گرادیے، کیوں کہ قبر پرست اور دین فروش طبقہ کو محض اسی بات سے زیادہ دلچسپی ہے کہ ان کے خودساختہ عقائد محفوظ رہیں۔

چونکہ سعودی حکمرانوں نے یہ جرأت مندانہ قدم شیخ محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ طے پائے معاہدہ کے ضمن میں اٹھایا تھا، اس لیے یہ طبقہ سعودی حکومت کے ساتھ ساتھ شیخ محمد بن عبدالوہاب کا بھی اتنا ہی بڑا دشمن ہے اور ہندوستان کے بریلوی اور بعض دیوبندی ''وہابی'' کے لفظ کو اہل حدیثان ہند کے لیے ایک گالی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے سبھی حضرات تونہیں لیکن قابل ذکر طبقہ ہمیشہ ایسا موجود رہا ہے جو''سعودیوں'' اور''وہابیوں'' کو یکساں طور پر قابل ملامت سمجھتا رہا ہے، حالانکہ اسی طبقہ میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ جیسے لوگ بھی تھے جنھوں نے سعودی حکومت کی پالیسیوں اوراس کی اسلام پسندی کوسراہا اور آج بھی مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور مولانا ارشدمدنی وغیرہ سعودی حکومت کی خدمات جلیلہ وکارہائے نمایاں کے معترف ومداح ہیں جس کی سلمان حسینی ندوی جیسے لوگوں کو بڑی تکلیف ہے۔

اس وقت ایک بار پھر سے سعودی مخالف طاقتوں نے آپس میں گٹھ جوڑ یا اشتراک کر کے **سعودی عرب** کے خلاف ایک نیا محاذ کھول دیا ہے اوراس کا رشتہ کفروالحاد سے جوڑنا شروع کر دیا ہے، سعودی ولی عہد امیر محمد بن سلمان کے کچھ حالیہ فیصلوں کے غلط معنی نکال کر یا اپنی من مانی تعبیر کر کے یا بے حدوحساب مبالغہ آرائی کر کے سعودی حکمرانوں اور وہاں کے علماء اورائمہ حرم کو مغلظات سے نوازا جارہا ہے اوران کو دینی بصیرت ہی نہیں، ایمان ویقین اور عقل وشعور سے عاری قرار دیا جارہا ہے، یہ موضوع کسی حد تک تفصیل واطناب کا طالب ہے اس لیے اب اس مختصر سے مضمون میں مزید اس بات کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی ہے کہ ان فیصلوں اوران کے اسباب ومحرکات پر تفصیلی بحث کی جائے، لیکن ناچیز راقم سطوراس موضوع سے راہ فرار نہیں اختیار کررہا ہے بلکہ اسی زیرنظر خصوصی شمارہ کے دوسرے مضمون میں انھیں فیصلوں کی آئینی وشرعی اور سیاسی وحکومتی حیثیت پر بحث کی جائے گی، ان شاءاللہ۔

یہاں پر میری معروضات کالب لباب یہ ہے کہ جو جو طبقات، تنظیمیں وافراد یا جو جو فرقے **سعودی عرب** کی مخالفت میں پیش پیش ہیں ان کی یہ مخالفت کوئی نئی نہیں بلکہ **سعودی عرب** کی تاسیس کے اول روز سے وہ اس کے پیچھے پڑے ہیں بس ان کو کچھ نئے ہتھیار مل گئے ہیں، جن کی مدد سے وہ اس حکومت کے خلاف نبردآزما ہیں، لیکن جس ایمانی جذبہ اور جن دینی اقدار و روایات کا یہ حوالہ دے رہے ہیں ان پر خود کہاں تک عمل پیرا ہیں یہ کسی پر مخفی نہیں۔

سعودی عرب کے مخالفین ومعاندین میں اس وقت سرفہرست وہ اخوان المسلمین ہے جس نے مسلمانوں کی پشت میں ہمیشہ چھرا گھونپنے کا کام کیا اور ہمیشہ خیانت ومنافقت کا ارتکاب کیا اور بدترین احسان فراموشی کی مثال قائم کی۔

دنیا کی یادداشت ابھی اتنی کمزور نہیں ہوئی ہے کہ وہ یہ فراموش کر چکی ہو کہ جب کرنل ناصر کے عہد میں مصر میں الاخوان المسلمون پر عرصۂ حیات تنگ کیا جارہا تھا، ان کے سرکردہ افراد وشخصیات اور علماء کو تختہ دار پر لٹکایا جارہا تھا، اوران کے لٹریچر اوران کے افکار ونظریات پر پابندیاں لگائی جارہی تھی ایسے میں **سعودی عرب** ایک ایسا ملک تھا جس نے محض اسلامی اخوت کے تحت ان مغروراورمصر کومطلوب (مجرموں) کا استقبال کیا، ان کو **سعودی عرب** میں عزت کی زندگی دی اوران کو اونچے اونچے عہدوں پر فائز کیا، لیکن پھر ملک عبداللہ کا عہد آتے آتے انھوں نے سعودی حکومت کے خلاف ہی ریشہ دوانیاں شروع کر دیں اوراس کے دشمنوں سے سازباز کر کے سازشوں کا جال بچھانے میں لگ گئے، ملک عبداللہ بن عبدالعزیز اوران کے بعد امیر محمد بن سلمان نے ایسے احسان فراموش لوگوں سے **سعودی عرب** کو پاک کیا اور بڑی بڑی سازشوں کو بے نقاب کیا۔

اس میں کوئی تعجب بھی نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اخوان کا نظریہ ہی یہی ہے کہ اسلام پسندی کا لبادہ اوڑھ کر مستحکم اسلامی حکومتوں کا تختہ پلٹا جائے، وہاں کے امن وامان کو درہم برہم کیا جائے، اورعوام کو بغاوت پر اکسایا جائے، جہاں تک سعودی حکومت کے دشمنوں سے ساز باز کا معاملہ ہے اس کی ایک ادنیٰ سی مثال یہ ہے کہ جب مصر میں صدر مرسی کی حکومت قائم ہوگئی تو انھوں نے سب سے پہلے رافضی مجوسی ایران کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کی اور اپنا سب سے پہلا سرکاری دورہ ایران کا کیا، جب کہ ایرانی حکمرانوں، وہاں کلیدی عہدوں پر فائز لوگوں اور وہاں کے عوام وخواص کا عقیدہ سنی العقیدہ لوگوں حتی کہ صحابۂ کرام کے خلاف کیا ہے اور حرمین شریفین کے بارے میں ان کے عزائم کیا ہیں کیا کسی پر مخفی ہیں؟

صدر مرسی نے ایسا اس وقت کیا جب سعودی عرب اور ایران کے درمیان سرد جنگ جاری ہے اور یمن کے باغی گروپ حوثیوں کے ذریعہ ان کو شہ دے کر اور ان کو کیل کانٹے سے لیس کر کے برابر سعودی مفادات پر حملہ کرنے کی ایران کی ناپاک وناکام کوششوں کا سلسلہ جاری ہے تو کیا ایسے میں جن کی ہمدردیاں ایران کے ساتھ ہوں اور جو **سعودی عرب** کے ایک ایک فیصلہ کے مخالف ہوں، **سعودی عرب** کو برابر ہدف تنقید وہدف ملامت بناتے ہوں اور جو **سعودی عرب** کے نقصانات پر اظہار مسرت کرتے ہوں کیا **سعودی عرب** کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ ایسے احسان ناشناس لوگوں سے اپنے ملک کو پاک کرے، ایسے لوگوں کا نفاق ظاہر ہوجانے کے بعد اس کی خاموشی اپنے تابوت میں کیل ٹھونکنے کے مترادف ہوں گی۔

بہر حال بریلوی ورضاخانی ہوں یا تصوف وتقلید جامد کے رسیا لوگ یا پھر اخوانی وتحریکی ٹولہ وہ **سعودی عرب** کے مخالف ہی نہیں دشمن ہیں اور اس کو پہنچنے والے نقصانات پر شماتت اعداء کا مظاہرہ ہمیشہ کرتے ہیں، چنانچہ ایرانی حمایت یافتہ حوثیوں کے ایک میزائیل کا نشانہ جب سعودی آرامکو کمپنی اور اس کے تیل کی تنصیبات بنیں اور **سعودی عرب** کا کروڑوں ڈالر کا نقصان ہوا، اس سے دنیا میں تیل کے صارفین میں فکر وتشویش کی لہر دوڑ گئی لیکن برصغیر میں بیٹھے ان سعودی مخالفین کو خوش ہونے اور سعودی نقصانات پر اظہار مسرت کرنے کا ایک بہترین موقع ہاتھ لگا اور انھوں نے اپنی خوشی کا اظہار کرنے میں پیچھے رہنا گوارہ نہیں کیا۔

اب یہ سوچنا کہ ان مخالفین ومعاندین کے بغض وعناد کی وجہ **سعودی عرب** میں حالیہ کچھ برسوں میں نافذ کیے جانے والے قوانین اور محمد بن سلمان کے فیصلے ہیں اس تصور میں کوئی صداقت نہیں بلکہ بغض وعناد کی بنیادیں بہت گہری ہیں۔

جہاں تک محمد بن سلمان کے اقدامات کا تعلق ہے ان پر تفصیلی بحث دوسرے مضمون میں ان شاءاللہ۔

۞۞۞

راہ تاریک اور پُرخطر ہے بہت
نور ایمان سے اب ضیاء کیجئے
بغض و کینہ، رقابت سبھی چھوڑ کر
کھول کر دل سبھی سے ملا کیجئے
جلنے والے تو جلتے رہیں گے مگر
آپ خود سے نہ ان کو خفا کیجئے
بے وفائی کریں اور طعنہ بھی دیں
جس قدر آپ چاہیں جفا کیجئے

مولانا وصی اللہ عبدالحکیم مدنی
استاد جامعہ سراج العلوم السّلفیہ، جھنڈانگر، نیپال

مملکت سعودی عرب کی عالمی تعلیمی خدمات

مملکت توحید سعودی عرب (جس کا قدیم نام مملکت حجاز ونجد تھا، مرور ایام کے بعد اس کا یہ نام تبدیل کرکے سرکاری نام "المملكة العربية السعودية" رکھ دیا گیا) اس کی بنیاد ۲۳/ستمبر ۱۹۳۲ء میں شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود نے رکھی، اس کا کل رقبہ ۸/لاکھ ۵۶/ہزار ۳۵۶ مربع میل یعنی ۱۹/لاکھ ۶۰/ہزار ۵۸۲ مربع کلومیٹر ہے، دیگر اندازوں کے مطابق اس کا کل رقبہ ۲۲/لاکھ ۱۷۹۴۹ مربع کلومیٹر ہے، موجودہ آبادی دو کروڑ سے زیادہ ہے، مسلمانوں کی تعداد سو فیصد ہے، شرح خواندگی ۹۵/فیصد ہے، دارالحکومت ریاض کی آبادی ۳۰/لاکھ کے قریب ہے۔ سعودی عرب جزیرہ نمائے عرب کے بیشتر علاقے پر مشتمل ہے، اس کے مغرب میں بحیرۂ قلزم اور مشرق میں خلیج عرب واقع ہیں۔ اردن، عراق، کویت، قطر، متحدہ عرب امارات، سلطنت عمان، یمن اور بحرین پڑوسی ممالک ہیں اور ان سب کی سرحدیں سعودی عرب سے ملتی ہیں۔ سعودی عرب میں دنیا کا سب سے بڑا ریگستان "ربع الخالی" واقع ہے۔"

اقوام عالم میں یہ واحد ایسا ملک ہے جس کا دستور قرآن وسنت ہے، یہ حرمین شریفین کی سرزمین کہلاتی ہے، کیوں کہ یہاں اسلام کے دو مقدس ترین مقامات مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ موجود ہیں۔

مملکت توحید سعودی عرب کی بے شمار خصوصیات وامتیازات ہیں، ان میں ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے پوری دنیا میں کتاب وسنت کی سنہری وآفاقی تعلیمات کی نشرواشاعت اور عصری علوم کو فروغ دینے کے لیے اندرون مملکت اور بیرونی ممالک میں معیاری جامعات (یونیورسٹیز) کالجز اور مساجد میں حلقات قائم کرنے کے ساتھ کہیں جزوی اور کہیں مکمل مالی سرپرستی کررہی ہے، عالمی سطح پر نونہالان ملت اسلامیہ کو زیور علم وعرفان سے آراستہ کرنے کے لیے جو زریں اور بے نظیر خدمات سرانجام دے رہی ہے وہ تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہے، دنیا بھر کے مسلمان سعودی عرب کی عظیم الشان تعلیمی خدمات کے مثبت اثرات ونتائج کو فراموش نہیں کرسکتے ہیں، کتاب و سنت کی معیاری تعلیم وتدریس کا ہی ثمرہ ہے کہ سعودی عرب سمیت دوسرے ممالک میں توحید کا علم بلند ہوا، خرافات وبدعات اور باطل افکار ونظریات کا استیصال ہوا، شرک کا کھلے عام رد کیا گیا اور سلف صالحین کے منہج ومسلک کو فروغ حاصل ہوا۔

یہاں کے تعلیمی نظام میں دین کی تعلیم کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔ نصاب تعلیم ایسا بنایا گیا ہے کہ آپ چاہے جس موضوع کی تعلیم حاصل کریں، آپ کو دینیات پڑھنی ہی ہوگی اور یوں جو دینی تربیت ہونی چاہیے وہ مضبوط بنیادوں پر ہوتی ہے، سعودی عرب نے ۲۵/لاکھ شامی شہریوں کو پناہ دی ہے اور اب تک انھیں ۷۰۰/ملین ڈالر امداد فراہم کرچکی ہے، اس کے علاوہ ایک لاکھ سے زائد شامی طلبہ وطالبات سعودی عرب کے سرکاری کالجز واسکولز میں مفت تعلیم حاصل کررہے ہیں، ۱۹۳۲ء میں مملکت سعودی عرب کے قیام کے وقت ہر باشندے کی تعلیم تک رسائی نہیں تھی اور شہری علاقوں میں مساجد سے ملحق مدارس میں تعلیم کی محدود اور انفرادی کوششیں ہورہی تھیں۔ ان مدارس میں شریعت اسلامی اور بنیادی تعلیم سکھائی جاتی تھی تاہم گذشتہ صدی کے اختتام تک سعودی عرب ایک قومی تعلیمی نظام کا حامل ہے جس میں تمام شہریوں کو اسکول سے قبل سے لے کر جامعہ کی سطح تک مفت تعلیم وتربیت فراہم کی جاتی ہے۔ جدید سعودی تعلیمی نظام جدید اور روایتی فنی وسائنسی شعبہ جات میں معیاری تعلیم فراہم کرتا ہے۔ اسلام کی تعلیم سعودی نظام تعلیم کا بنیادی خاصہ ہے۔ سعودی عرب کا مذہبی تعلیمی نصاب دنیا بھر کے مدارس میں بھی پڑھایا جاتا ہے۔

سعودی عرب میں باقاعدہ بنیادی تعلیم کا آغاز ۱۹۳۰ء کی دہائی

میں ہوا۔ ۱۹۴۵ء میں شاہ عبدالعزیز السعود نے مملکت میں اسکولوں کے قیام کے لیے ایک جامع پروگرام کا آغاز کیا۔ ۶/سال بعد ۱۹۵۱ء میں مملکت کے ۲۲۶/ اسکولوں میں ۲۹/ ہزار۸۸۷/ طالب علم زیر تعلیم تھے۔ ۱۹۵۴ء میں وزارت تعلیم کا قیام عمل میں آیا جس کے پہلے وزیر شہزادہ فہد بن عبدالعزیز بنے۔ سعودی عرب کی پہلی جامعہ شاہ سعود یونیورسٹی ۱۹۵۷ء میں ریاض میں قائم ہوئی۔

آج سعودی عرب کا قومی سرکاری تعلیمی نظام ۸/جامعات، ۲۴/ ہزار سے زائد اسکولوں اور ہزاروں کالجوں اور دیگر تعلیمی وتربیتی اداروں پر مشتمل ہے۔ اس نظام کے تحت ہر طالب علم کو مفت تعلیم، کتب اور صحت کی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔ مملکت کے سرکاری میزانیہ کا 25 فیصد سے زائد تعلیم کے لیے مختص ہے۔

سعودی عرب میں تعلیم کی ترویج واشاعت میں سعودی حکمرانوں میں شاہ سعود بن عبدالعزیز آل سعود کا کردار بہت اہم اور نمایاں رہا ہے، انھوں نے اپنے دور حکومت میں تعلیمی ترقی پر خصوصی توجہ مبذول فرمائی ہے۔

سعودی عرب میں طالب علموں کو اسکالرشپ پروگرام کے تحت بیرون ملک بھی بھیجا جاتا ہے جن میں امریکا، کینیڈا، برطانیہ، آسٹریلیا، جاپان، ملائیشیا اور دیگر ممالک شامل ہیں، ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت سعودی یونیورسٹیوں میں تیس ہزار سے زائد غیر سعودی طلبہ خادم الحرمین الشریفین اسکالرشپ پر تعلیم حاصل کر رہے ہیں، سعودی جامعات میں لڑکوں کی طرح لڑکیوں کے لیے بھی مساوی تعلیمی مواقع ہیں، جب کہ بعض جامعات میں ان کی تعداد لڑکوں سے زیادہ ہے، سعودی عرب میں دنیا کی سب سے عظیم نسواں یونیورسٹی، جامعۃ الأمیرۃ نورۃ بنت عبدالرحمٰن ہے، غرض یہ کہ مملکت سعودی عرب نے تعلیمی میدان میں جو کارہائے نمایاں خدمات سرانجام دی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

سعودی عرب کی جامعات، کالج اور تعلیمی اداروں کی فہرست:

جامعہ/دانش گاہ/ویب سائٹ، قیام، شہر۔

شاہ فہد یونیورسٹی www.ksu.edu.sa
۱۹۵۷ء، ریاض۔
اسلامی یونیورسٹی مدینہ www.iu.edu.sa
۱۹۶۱ء، مدینہ
شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی www.kau.edu.sa
۱۹۶۷ء، جدہ
امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی ww.imamu.edu.s
۱۹۷۴ء، ریاض
شاہ فیصل یونیورسٹی www.kfu.edu.sa
۱۹۷۵ء، دمام
شاہ فہد یونیورسٹی برائے پٹرولیم ومعدنیات
www.kfupm.edu.sa ۱۹۷۵ء، ظہران
ام القریٰ یونیورسٹی www.uqu.edu.sa ۱۹۷۹ء مکہ
شاہ خالد یونیورسٹی www.kku.edu.sa
۱۹۹۸ء، ابہا
شاہ عبداللہ یونیورسٹی برائے سائنس وٹیکنالوجی
www.kaust.edu.sa 2008 ضوال
قصیم یونیورسٹی www.qu.edu.sa ۲۰۰۴ء، بریدہ
طائف یونیورسٹی www.tu.edu.sa
۲۰۰۴ء، طائف
الجوف یونیورسٹی www.ju.edu.sa ۲۰۰۵ء، الجوف
جازان یونیورسٹی ۲۰۰۵ء، جازان
حائل یونیورسٹی www.uoh.edu.sa
۲۰۰۶ء، حائل
الباحہ یونیورسٹی www.bu.edu.sa ۲۰۰۶ء الباحہ
نجران یونیورسٹی www.nu.edu.sa
۲۰۰۶ء، نجران
یونیورسٹی کالج الجبیل www.ucj.edu.sa

۲۰۰۶ء، الجبیل
ینبع صنعتی کالج www.yic.edu.sa ۱۹۸۹ء، ینبع
الفیصل یونیورسٹی، www.alfaisal.edu
۲۰۰۷ء، ریاض
عرب اوپن یونیورسٹی www.arabou.org.sa
۲۰۰۲ء، ریاض
شہزادہ سلطان یونیورسٹی www.psu.edu.sa
۲۰۰۳ء، ریاض
دواشناسی اور دندان سازی کا کالج www.riyadh.edu.sa,
۲۰۰۴ء، ریاض
دارالعلوم یونیورسٹی www.dau.edu.sa
۲۰۰۵ء، ریاض
طیبہ یونیورسٹی www.taibahu.edu.sa
۲۰۰۵ء، مدینہ
شہزادہ محمد یونیورسٹی www.pmu.edu.sa
۲۰۰۶ء، الخبر
شاہ سعود بن عبدالعزیز یونیورسٹی برائے ہیلتھ
hs.edu.sa-www.ksau ۲۰۰۵ء ریاض
شہزادہ سلطان کالج برائے سیاحت www.pscj.edu.sa
۲۰۰۷ء، جدہ
عفت کالج www.effatcollege.edu.sa
۱۹۹۹ء، جدہ
دارالحکمۃ کالج www.daralhekma.edu.sa
۱۹۹۹ء، جدہ
کالج برائے بزنس ایڈمنسٹریشن (CBA)
www.cba.edu.sa ۲۰۰۰ء، جدہ
شہزادہ سلطان ایوی ایشن اکیڈمی ۲۰۰۴ء، جدہ
الیمامہ کالج www.alyamamah.edu.sa

۲۰۰۴ء، ریاض
دمام ٹیکنالوجی کالج www.dct.gotevot.edu.sa
دمام
جبیل انڈسٹریل کالج www.jic.edu.sa
۱۹۷۸ء، الجبیل
جبیل ٹیکنیکل کالج الجبیل انسٹی ٹیوٹ آف پبلک انتظامیہ
www.ipa.edu.sa ریاض، جدہ، مکہ، دمام
جدہ کالج برائے اساتذہ www.jtc.edu.sa جدہ
جدہ کالج برائے ٹیکنالوجی www.jct.edu.sa
۱۹۸۷ء، جدہ
مدینہ کالج برائے ٹیکنالوجی www.mct.edu.sa
۱۹۹۶ء، مدینہ
کالج برائے ٹیلیکام والیکٹرونکس جدہ
جدہ پرائیویٹ کالج جدہ
جدہ ہیلتھ کیئر کالج جدہ
جدہ کمیونٹی کالج جدہ
الحدود الشاملیۃ یونیورسٹی عرعر
تبوک یونیورسٹی تبوک
بٹرجی میڈیکل کالج bmcmedcollege.net جدہ
قصیم میڈیسن کالج Qassim College of Medicine بریدہ
سلیمان الراجحی یونیورسٹی Sulaiman Al Rajhi University بکریہ
ابن سینا نیشنل کالج برائے میڈیکل سٹڈیز ibnsina.edu.sa جدہ
المجمع کمیونٹی کالج ۲۰۰۲ء، مجمعہ
دمام کمیونٹی کالج www.dcc.edu.sa دمام
حفر الباطن کمیونٹی کالج www.hbcc.edu.sa
۱۹۹۹ء، حفر الباطن

سعودی عرب میں عالمی تعلیمی، سرگرمیوں اور دینی وعصری جامعات اور کالجز کے قیام کا ایک سرسری جائزہ لینے کے بعد آیئے سرزمین مقدس مدینہ طیبہ میں واقع ایک معروف عالمی یونیورسٹی الجامعۃ الإسلامیۃ کا مختصر تعارف ہدیۂ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کروں، تعارفی کلمات سے پیشتر تحدیث نعمت کے طور پر اس نعمت کے اظہار پر مجھے دلی مسرت وشادمانی حاصل ہو رہی ہے کہ اللہ کے فضل وکرم، والدین کے دعاء سحرگاہی اور مشفق ومہربان اساتذۂ کرام کی عمدہ تعلیم وتربیت ومخلصانہ دعاؤں کے باعث اللہ نے مجھے بھی اس عظیم یونیورسٹی کے حدیث فیکلٹی **"كلية الحديث الشريف والدراسات الإســــلامية"** میں چار سال (تعلیمی سال از: ۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۳ء) تعلیم حاصل کرنے کا سنہری موقع عنایت فرمایا اور وہاں کے اساطین علم وفن، کبار شیوخ اور ماہر فنون دکاترہ کے علم بے کراں سے کسب فیض کی سعادت حاصل ہوئی، اللہ اس چمنستان علم وادب کو شاد وآباد رکھے اور معاندین وحاسدین کی نظر بد سے بچائے۔ (آمین)

الجامعة الاسلامية بالمدينة الطيبة: مختصر تعارف

جامعہ اسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) اپنے مقصد کے لحاظ سے ایک اسلامی عالمی اور ذمہ داری کے اعتبار سے عربی اور سعودی ادارہ ہے، جو سعودی عرب کے شہر مدینہ طیبہ میں واقع ہے، یہ سعودی وزارت تعلیم کے زیر نگرانی ہے، ۶ رستمبر ۱۹۶۲ء مطابق ۱۳۸۱ھ اسلام اور دینی علوم کی نشر واشاعت کے لیے اس کا قیام ہوا، اس کی عمارتیں وادی العقیق کے مغربی کنارے پر مسجد نبوی سے ۵ رکلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، تقریبا اسی (۸۰) فیصد طلبہ غیر سعودی ہوتے ہیں جن کی تعلیم وتربیت قیام وطعام، حفظان صحت کا پورا خرچ یونیورسٹی برداشت کرتی ہے۔

كليات الجامعة الاسلامية بالمدينة الطيبة

اس وقت جامعہ میں پانچ کلیات (کالجز) ہیں جو یہ ہیں

(۱) شریعہ فیکلٹی:

اس کا مقصد اسلامی فقہ اور اس کے اصول پر توجہ دینا اور شرعی علوم نیز دیگر معاون علوم سے واقف کرانا ہے، اس فیکلٹی میں مندرجہ ذیل شعبے ہیں:

(الف) شعبۂ فقہ۔

(ب) شعبۂ اصول فقہ۔ (ج) شعبۂ قضاء وشرعی سیاست۔

یہ فیکلٹی شرعی علوم میں گریجویشن، قضاء وشرعی سیاست میں اعلیٰ ڈپلومہ اور تمام خصوصی مضامین میں ماسٹرز اور ڈاکٹریٹ کی سندیں عطا کرتی ہے۔

(۲) دعوت واصول دین فیکلٹی:

اس کا مقصد اسلامی عقیدے پر توجہ دینا اور شرعی علوم نیز دیگر معاون علوم سے واقف کرانا ہے، اس فیکلٹی میں مندرجہ ذیل شعبے ہیں:

(الف) شعبۂ عقیدہ۔ (ب) شعبۂ دعوت وتبلیغ۔

(ج) شعبۂ اسلامی تاریخ۔ (د) شعبۂ تربیت۔

یہ فیکلٹی دعوت واصول دین میں گریجویشن، دعوت میں اعلی ڈپلومہ اور تمام خصوصی مضامین میں ماسٹرز اور ڈاکٹریٹ کی سندیں عطا کرتی ہے۔

(۳) قرآن کریم اور اسلامی علوم فیکلٹی:

اس کا مقصد قرآن مجید کے حفظ وتفسیر اور علوم قرآن مجید پر توجہ دینا اور شرعی علوم نیز دیگر معاون علوم سے واقف کرانا ہے، اس فیکلٹی میں مندرجہ ذیل شعبے ہیں:

(الف) شعبۂ قرأت۔ (ب) شعبۂ تفسیر۔

یہ فیکلٹی قرآن کریم اور اسلامی علوم میں گریجویشن اور تمام خصوصی مضامین ماسٹرز اور ڈاکٹریٹ کی سندیں عطا کرتی ہے۔

(۴) حدیث نبوی اور اسلامی علوم فیکلٹی:

اس کا مقصد سنت نبوی اور اس کے علوم پر توجہ دینا، ان کی خدمت کرنا اور شرعی علوم نیز دیگر معاون علوم سے واقف کرانا ہے، اس فیکلٹی میں مندرجہ ذیل شعبے ہیں:

(الف) شعبۂ فقہ۔ (ب) شعبۂ فقہ ومصادر سنت۔

(ج) شعبۂ علوم الحدیث۔

یہ فیکلٹی حدیث نبوی اور اسلامی علوم میں گریجویشن اور تمام خصوصی مضامین میں ماسٹرز اور ڈاکٹریٹ کی سندیں عطا کرتی ہے۔

(۵) عربی زبان کی فیکلٹی:

اس فیکلٹی کا مقصد عربی زبان کے علوم وآداب پر توجہ دینا اور شرعی علوم نیز دیگر معاون علوم سے واقف کرانا ہے، اس فیکلٹی میں مندرجہ ذیل شعبے ہیں:

(الف) شعبۂ لغویات۔ (ب) شعبۂ بلاغت وادب۔

یہ فیکلٹی عربی زبان میں گریجویشن اور تمام خصوصی مضامین میں ماسٹر اور ڈاکٹریٹ کی سندیں عطا کرتی ہے۔

ان فیکلٹیز کے علاوہ جامعہ میں یہ ادارے ہیں:

ادارہ تدریس عربی زبان برائے غیر عرب طلبہ سیکنڈری اسکول، مڈل اسکول، دار الحدیث مکیہ اور دار الحدیث مدنیہ۔

جامعہ میں داخلے کے لیے مطلوبہ کاغذات درج ذیل ہیں:

(۱) سیکنڈری کی تعلیمی سند (سٹرٹیفکیٹ)
(۲) سیکنڈری کی (ڈی ایم سی) مارک شیٹ
(۳) حسن سیرت وکردار کی سند (کریکٹر سٹرٹیفکیٹ)
(۴) پیدائش کی سند (برتھ سٹرٹیفکیٹ)
(۵) پاسپورٹ کی فوٹو کاپی
(۶) شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی
(۷) ایک عدد تصویر جس کی سائز 4×6 ہو
(۸) تصویر کھلے سر، بغیر عینک اور پس منظر (بیک گراؤنڈ) سفید ہو

(۹) کسی قابل اعتماد طبی مرکز سے تازہ طبی رپورٹ (میڈیکل سٹرٹیفکیٹ) جس میں اس کی وضاحت ہو کہ طالب علم کے اعضاء تندرست ہیں اور کسی متعدی بیماری میں مبتلا نہیں ہے۔

(۱۰) جس ملک میں طالب علم رہ رہا ہو اس کے کسی اسلامی ادارے یا جامعہ کی جانی پہچانی دو اسلامی شخصیات کی طرف سے دیے ہوئے تعارفی خط (تزکیہ) جن میں طالب علم کے حالات، حسن اخلاق، فرض نمازوں کے اہتمام اور اسلامی آداب کی پابندی کا تذکرہ ہو۔

(۱۱) جو پیدائشی مسلمان نہ ہو اس کے لیے اسلام میں داخل ہونے کی سند پیش کرنی لازمی ہے

وظیفہ یاب طلبہ کو دی جانے والی خصوصی سہولیات

(۱) داخلے کے وقت اور ہر تعلیمی سال کے آخر میں سفر کے ٹکٹ کا انتظام۔

(۲) ماہانہ وظیفہ (840 ریال) (۳) ممتاز طلبہ کے لیے نمایاں کارکردگی کا وظیفہ (۱۰۰۰/ ریال سالانہ) (۴) رہائش، (۵) کھانا، (۶) میڈیکل، (۷) جامعہ سے مسجد نبوی تک نماز مغرب وعشاء اور عمرے کے سفر میں آرام دہ بسوں کا انتظام، (۸) ثقافتی، تربیتی اور ورزشی سہولیات سے فائدہ اٹھانے کا اختیار۔

سہولیات:

(۱) کھانا پینا (۲) رہائش (۳) سال میں ایک ریٹرن ایئر ٹکٹ (۴) ماہانہ ۸۴۰/ ریال کا وظیفہ (۵) ہونہار طلبہ کو ایم، اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی تک تعلیم کا موقع (۶) نماز عصر تا نماز عشاء مسجد نبوی آنے جانے کا انتظام۔

ہم آل سعود خادم الحرمین الشریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز، ولی عہد شاہ محمد بن سلمان اور دیگر اعیان مملکت سعودی عرب کو ان کی ہمہ جہت اور روشن خدمات جلیلہ پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں اور بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہیں کہ اللہ ان کی نفع بخش حیات میں برکت عطا فرمائے تاکہ سعودی عوام اور دیگر مسلمانان عالم کی مزید خدمت کر سکیں اور معاندین وحاسدین کے شرور وفتن سے انھیں تابد مأمون رکھے۔ (آمین)

۞۞۞

شمیم احمد ندوی

سعودی عرب، امریکی واسرائیلی تعلقات کتنا فسانہ کتنی حقیقت؟

مملکت توحید سعودی عرب کو اس کے جن فیصلوں کے لیے سب سے زیادہ تنقید کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے، ان میں سرفہرست اس کے امریکہ واسرائیل سے تعلقات ہیں، جن کا برابر موقع وبے موقع حوالہ دیا جاتا ہے اور سعودی عرب کو ہدف ملامت بنایا جاتا ہے۔

جہاں تک اسرائیل سے تعلقات کا سوال ہے وہ ایک ایسا جھوٹ ہے جسے تسلسل کے ساتھ برسوں سے دہراتے ہوئے ان دروغ گو اور افترا پرداز لوگوں کو بھی لگنے لگا ہے کہ کہیں ہم سچ ہی تو نہیں کہہ رہے ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل سے اس کے نہ تو سفارتی تعلقات ہیں نہ تجارتی، نہ دفاعی تعلقات ہیں اور نہ ہی کسی اور قسم کے دوستانہ روابط قائم ہیں، سعودی عرب نے اسرائیل کے قیام سے لے کر آج تک اس کو تسلیم کرنا تو کجا کبھی اس کا ہلکا سا اشارہ بھی نہیں دیا ہے، بلکہ ہمیشہ اسرائیل کے ناجائز وجود پر اپنی ناپسندیدگی وخفگی کا اظہار کیا ہے، خلیج تعاون کونسل میں بھی، او.آئی.سی. کے اجلاسوں میں بھی اور بین الاقوامی فورموں پر بھی ہر جگہ اس نے اسرائیل کے وجود کو چیلنج کیا ہے اور اس کی زیادتیوں اور اس کے توسیع پسندانہ عزائم کا پردہ چاک کیا ہے، مقبوضہ فلسطین میں قائم کی جانے والی اسرائیلی بستیوں کو اس نے ہمیشہ ناجائز اور اقوام متحدہ کے فیصلوں کے خلاف قرار دیا ہے ساتھ ہی وہ مصر واردن سمیت ان تمام ملکوں کی معاشی وفوجی مدد کرتا رہا ہے جو اسرائیل کے خلاف نبرد آزما تھے، پھر جب اردن اور مصر نے اسے تسلیم کر لیا تو سعودی عرب نے اس کو مفاد پرستی وخودغرضی پر محمول کیا اور فلسطینی تحریک مزاحمت کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے مصداق قرار دیا۔

سعودی عرب کی فلسطین کاز کی حمایت اور اسرائیلی جارحیت کی مخالفت اس کے بین الاقوامی تعلقات کے اصولوں کا پہلا بنیادی پتھر ہے، چنانچہ آج ۷۵ر سال قبل جب اسرائیل کا باقاعدہ قیام بھی عمل میں نہیں آیا تھا، لیکن مغربی طاقتوں اور صہیونیت اور مسیحیت کے گٹھ جوڑ سے ارض فلسطین کا انتخاب ہو چکا تھا اور وہاں یہودی بستیاں بسانے اور وہاں مسلمانوں و یہودیوں کی آبادی کے تناسب کو بگاڑنے کا سلسلہ جاری تھا، ایسے میں ۱۹۴۵ء میں بانی مملکت سعودیہ ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود کی امریکی صدر روز ویلٹ سے ایک تاریخی ملاقات ہوئی، یہ کسی سعودی بادشاہ کی کسی بھی امریکی صدر سے پہلی ملاقات تھی جو کسی شاہی محل یا قصر صدارت میں ہونے کی بجائے امریکی بحری جنگی جہاز پر ہوئی، چونکہ یہ سعودی فرماں روا کی کسی ایسے امریکی صدر سے پہلی ملاقات تھی جو اتحادیوں کے ساتھ نازی جرمنی کو شکست دینے میں کامیاب ہوا تھا اور ایک فاتح قوت کی حیثیت سے سیاست عالم پر نمودار ہوا تھا، دوسری طرف سعودی عرب ایک نومولود مملکت تھی اور ابھی چند برسوں قبل وہاں پٹرول کی دریافت ہوئی تھی، سعودی عرب کے سامنے بے شمار اندرونی و بیرونی مسائل تھے، لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ اس

اہم اور پہلی ملاقات میں ملک عبدالعزیز نے صرف دومعاملات یادومطالبات امریکی صدرروزویلٹ کے سامنے غور کرنے کے لیے رکھے ان میں سے ایک سعودی عرب کا امریکہ کے ساتھ دفاعی معاہدہ تھا، جس کے تحت طے ہوا کہ امریکہ اپنے موثر اور جدیدترین اسلحوں کے ذریعہ سعودی عرب کا دفاع کرتا رہے گا اور بدلہ میں سعودی عرب اسے کم نرخوں پر خام تیل سپلائی کرے گا، سعودی مملکت کے اولوالعزم بادشاہ اوروہاں کے غیورعوام سرفروشی اورشجاعت وبسالت سے مالامال تھے اوریہی وہ خوبی تھی جس کی بدولت انھوں نے نجدوحجاز سے لے کریمن کی سرحدوں تک ایک وسیع سعودی مملکت قائم کرلی تھی لیکن ان کا سامان حرب وضرب، ان کے وسائل اوران کی ضروریات زندگی کا سامان کم تھا، خاص طور سے ان کے ہتھیار پرانے اورسال خوردہ تھے، اس کے برعکس امریکہ اورمغربی ممالک جدید اسلحوں سے لیس اورجدید سامانوں سے مالامال تھے۔

عالمی مارکیٹ سے کم نرخوں پر پٹرول دینے کی دوخاص وجوہات تھیں ایک توسعودی عرب کے صحراؤں میں پٹرول کی دریافت اوران کونکالنے کی ذمہ داری اوراس پرہونے والے اخراجات کا ذمہ امریکی کمپنی کا تھا، دوسرے امریکہ ہی اس تیل کا سب سے بڑا خریدار تھا، اسباب ووجوہات اوربھی ہیں جن کا تذکرہ آگے اپنی جگہ پرآئے گا۔

ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ نے امریکی صدرروزویلٹ کے ساتھ اپنی اس پہلی ملاقات میں اپنے دیگر تمام مسائل وضروریات کونظرانداز کرکے جن صرف دومعاملات پربحث کی ان میں اپنے دفاع کومضبوط کرنے کے علاوہ دوسرا مسئلہ جس کوپوری اہمیت ومضبوطی کے ساتھ انھوں نے پیش کیا وہ مسئلہ فلسطین ہی تھا گویا کہ انھوں نے اول روز سے فلسطین کا مقدمہ پوری مضبوطی سے لڑا اوربین الاقوامی سیاست دانوں کوقائل کرنے کی کوشش کی۔

ان سے اس ملاقات میں امریکی صدر نے کہا کہ یہودی نازی جرمنوں کے ہاتھوں ستائے ہوئے ہیں اوردردر کی ٹھوکریں کھارہے ہیں، (ان کوفلسطین میں بسائے جانے اور وہاں ان کی ایک علاحدہ ریاست قائم کرنے کی آپ حمایت کردیں) ملک عبدالعزیز نے پوری صراحت سے کہا کہ وہ اگرمظلوم ہیں توان کوبسانے کے لیے فلسطین ہی کیوں؟ ہوناتو یہ چاہیے کہ ان کی بازآبادکاری کے لیے جرمنی کی بہترین زمینوں کومنتخب کیا جائے اوران کووہاں بسایا جائے جس نے ان پرظلم کیا ہے فلسطینیوں کا آخر کیا قصور ہے کہ ان کواس کی سزادی جائے اوران سے ان کی زمینوں کوچھین کر یہودیوں کووہاں آباد کیا جائے؟

اس موضوع پرایک برطانوی اخبارکوانٹرویودیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ فلسطینی کاز کی حمایت کرتے ہوئے یا فلسطین کے لیے جہاد کرتے ہوئے اگراس راہ میں ان کوموت بھی آجائے توفلسطین کے لیے جام شہادت نوش کرنا مجھے پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اس کے مفادات کا سودا کروں، اسرائیل کے قیام کے بعد ایک دوسرے موقع پرانھوں نے عالمی رائے عامہ کی پروانہ کرتے ہوئے صاف کہا کہ صرف اسرائیلی ہی نہیں مجھے دنیا کے ان تمام یہودیوں سے نفرت ہے جوظلم وجور اورجارحیت کی پالیسی پرکاربند ہیں۔

اسرائیل اور یہودیوں کے خلاف ان کی یہی پالیسی تھی جس پران کے جانشین بالخصوص ملک فیصل، ملک فہد اورملک عبداللہ ہمیشہ قائم رہے آج بھی اس پالیسی کے بنیادی نکات

میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے ، باقی عالمی فیصلوں کے تناظر میں اپنے کردار میں کچھ نہ کچھ لچک تو پیدا کرنی ہی پڑتی ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ چلنا پڑتا ہے، لیکن سعودی عرب دنیا کے ہر ملک سے زیادہ اسرائیلی جارحیت کا مخالف ہے اور دنیا کے ہر اسلامی وغیر اسلامی ملک سے زیادہ فلسطینی کاز کی حمایت بھی کرتا ہے اور اس کو مالی امداد سے نوازتا بھی ہے، فلسطین پر اس کی نوازشوں وعنایات کی فہرست بہت طویل ہے لیکن ان کی تفصیلات کو بخوف طوالت حذف کرتا ہوں، یہ الگ بات ہے کہ سعودی عرب کو پروپیگنڈہ کرنے اور چھوٹی چھوٹی امداد کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کی عادت نہیں ہے، اس کے سارے کام خاموشی سے ہوتے ہیں وہ ہمیشہ اسلامی اخوت کے تحت اور انسانی بنیادوں پر فلسطین کی بے دریغ مالی مدد کرتا رہا، وہ بھی کسی سیاسی فائدہ کے لیے نہیں اور صلہ وستائش کی تمنا کے بغیر۔

ابھی جب گذشتہ برس اگست ۲۰۲۰ء میں متحدہ عرب امارات نے اسرائیل کے ساتھ امن معاہدہ کیا اور اس پر عائد کئی طرح کی پابندیاں ختم کردیں ، اس کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنے کا قانون مسترد کردیا اور اس سے خوشگوار تجارتی رشتے قائم کرلیے ، تو یہ بات عالم اسلام کے دیگر ملکوں سمیت سعودی عرب کو بھی بہت زیادہ ناگوار گزری حتی کہ اس بات کو لے کر متحدہ عرب امارات سے اس کے رشتوں میں کچھ سردمہری پیدا ہوئی، حالانکہ امارات اس کا اتحادی وحلیف اور یمن میں حوثیوں کے خلاف جنگ میں اس کا سب سے قابل اعتماد دوست وشریک ہے، کئی ماہ تک دونوں کے تعلقات میں وہ گرم جوشی نہیں باقی رہ گئی تھی جو پہلے تھی پھر رفتہ رفتہ حالات معمول پر آتے گئے۔

لیکن عجیب طرفۂ تماشا ہے کہ اس معاملہ میں مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ کی طرف سے سعودی عرب کو ناروا طور پر اس قدر تیز وتند انداز میں نشانہ بنایا گیا جس قدر ان کی تیزی وتندی اور تلخ کلامی اس امارات کے لیے بھی نہیں سامنے آئی، جس نے اسرائیل کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار کیے اور اس کی ساری زیادتیوں اور اس کے نہتے فلسطینی عوام پر کیے جانے والے مظالم نظر انداز کردیے۔

سعودی مخالفین کی جیسا کہ عادت اور سرشت میں یہ بات شامل ہے کہ ہر برائی کے لیے سعودی عرب کو قصوروار قرار دیتے ہیں اور ہر برائی اس سے منسوب کردیتے ہیں اس موقع پر بھی ہندوپاک کے بریلوی وتحریکی حلقوں کی جانب سے دبئ سے زیادہ سعودی عرب کو قصوروار ٹھہرانے کے لیے کوششیں ہوئیں اور یہ کہا جانے لگا کہ اب دیر سویر سعودی عرب بھی اسرائیل کو تسلیم کرے گا، اس کے علاوہ سعودی عرب کے اسرائیل کے ساتھ گہرے روابط کے حوالہ سے بے بنیاد افواہیں اڑاتے ہوئے اور مملکت توحید کو بدنام کرتے ہوئے ان کو کبھی شرم نہیں آئی، کبھی کہتے ہیں کہ سعودی حکمرانوں نے حرمین کی سیکورٹی اسرائیل کے حوالہ کردی ہے، کبھی کہتے ہیں کہ سعودی حکومت نے حج انتظامات کی ذمہ داری اسرائیل کو سونپ دی ہے، کبھی کہتے ہیں کہ سعودی عرب نے اسرائیل سے اسلحہ کا بڑا سودا کیا ہے، کبھی کہتے ہیں کہ سعودی عرب نے کئی ہوائی اڈے اسرائیل کے سپرد کردیے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ سعودی عرب نے اسرائیلی جہازوں کو اپنے یہاں لینڈ کرنے کی اجازت دے دی ہے، لاحول ولاقوۃ۔

یہ تمام الزامات غلط اور بے بنیاد ہیں بلکہ سعودی عرب نے اپنی فضائی حدود بھی کبھی اسرائیل کو استعمال کرنے کی اجازت

نہیں دی، تاہم جب متحدہ عرب امارات کے ساتھ اسرائیل کے دوستانہ تعلقات استوار ہوگئے جس کو سعودی عرب نے انتہائی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا تو اس کے کچھ عرصہ بعد ایک اسرائیلی طیارہ کو جسے کچھ اہم شخصیات کو لے کر ابوظہبی جانا تھا تو بعض وجوہ سے وہ سعودی فضائی حدود کا استعمال کرنے کے خواہش مند تھے جس کے لیے اسرائیل کے ساتھ امارات نے بھی خصوصی درخواست کی اور اجازت طلب کی، سعودی عرب نے امارات کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اور از راہ انسانیت اپنے فضائی حدود پر سے گزرنے کی اجازت دے دی اور ایسا ایک ماہ میں صرف دوبار ہوا، اتنی سی حقیقت تھی جسے زیب داستان کے لیے بڑھا کر یہ پروپیگنڈہ کیا جانے لگا کہ سعودی عرب نے اسرائیلی جہازوں کو اپنے یہاں اترنے اور ایندھن بھرنے کی اجازت دے دی ہے اور بعض سعودی مخالفین اور شر پسندوں نے تو اس قدر فیاضی کا مظاہرہ کیا کہ سعودی ہوائی اڈے ہی اسرائیل کو بخش دیے۔

جہاں تک اسرائیل کو تسلیم کرنے کا سوال ہے تو یہ سوال جہاں اسرائیل کے قیام کے پہلے دن تھا وہیں آج بھی باقی ہے، چنانچہ اس موقع پر سعودی انتظامیہ سے جب یہ سوال دبئی کے اسرائیل کو تسلیم کرنے کے تناظر میں ایک بار پھر کیا گیا تو اس نے لگی لپٹی رکھے بغیر واشگاف الفاظ میں جواب دیا کہ ہماری اسرائیل کو تسلیم کرنے کی ایک ہی شرط ہے کہ وہ فلسطین کو خود مختاری دے، وہاں تعمیر ہو چکی اسرائیلی بستیوں کو ختم کرے اور ۱۹۶۷ء کی جنگ میں ہتھیائے ہوئے تمام عرب علاقوں پر سے اپنا قبضہ ختم کرے۔

سعودی عرب سے مغربی ملکوں کی جانب سے اس قسم کے مطالبات گاہے بگاہے پہلے بھی کیے جاتے رہے ہیں کہ وہ اسرائیل کو تسلیم کرے، تاکہ خطہ میں امن قائم ہو اور اسلحہ کی دوڑ ختم ہو، لیکن سعودی عرب کا جواب ہمیشہ نفی میں رہا ہے، چناں چہ یکم اگست ۲۰۰۹ء میں امریکی قانون سازوں نے اس کی کوشش کی اور امریکی کانگریس کے دوسو سے زیادہ اراکین نے سعودی عرب کے بادشاہ عبداللہ بن عبدالعزیز سے مطالبہ کیا کہ مشرق وسطیٰ میں پائیدار امن کے لیے وہ اسرائیل کو تسلیم کرلیں اور اس کے لیے ان امریکی کانگریس کے ممبران نے ہر ممکن دباؤ کا استعمال کیا، لیکن شاہ عبداللہ نے ان کا مطالبہ سختی سے مسترد کردیا جب کہ امریکی قانون سازوں نے مصر کے سابق صدر انوار السادات اور اردن کے شاہ حسین کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ وہ دونوں بھی عرب اسلامی ملک اور عرب لیگ کے ممبر ہیں، لیکن انھوں نے اسرائیل کو تسلیم کرلیا ہے (واضح ہو کہ مصر نے ۱۹۷۸ء میں اور اردن نے ۱۹۹۵ء میں اسرائیل کو تسلیم کرلیا تھا اور اب گذشتہ سال ۲۰۲۰ء میں متحدہ عرب امارات اور بحرین نے اسرائیل کے ساتھ خوشگوار تعلقات استوار کرلیے ہیں) لیکن سعودی عرب پر کسی مثال اور کسی دلیل کا اثر نہیں ہوا اور وہ اپنے بے لچک رویہ پر قائم رہا۔

اب یہ قبروں کے پجاری بریلوی، خانقاہی نظام کے رسیا صوفی اور اسلامی ملکوں میں تخریب ودمار کے مجرم اخوانی اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے آشفتہ سر تحریکی، مصر واردن اور امارات وبحرین کا تو کچھ بگاڑ نہیں سکتے یا بگاڑنا نہیں چاہتے ان کو سب سے آسان ہدف صرف سعودی عرب معلوم ہوتا ہے، اسی طرح اگر ایک دوبار سعودی عرب نے ایک اسلامی ملک امارات کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اپنے فضائی حدود کو اسرائیلی جہاز کے لیے کچھ خاص حالات میں کھول دیا تو اس کا یہ جرم ناقابل معافی ٹھہرا لیکن جب ترکی کے مزعومہ خلیفۃ المسلمین رجب طیب اردغان اسرائیل

کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھاتے ہیں اور سیاسی، تجارتی اور دفاعی رشتے قائم کرتے ہیں اور اس کے قیام کے بعد اسے سب سے پہلے تسلیم کرتے ہیں اور ہفتہ میں دو ترکی کے جہاز تل ابیب میں اور دو اسرائیلی جہاز استنبول میں لینڈ وٹیک آف کرتے ہیں تو یہ ان جغادریوں کی نظر میں دورۂ خیر سگالی قرار پاتا ہے اور اسے ایک اسٹریٹیجک فیصلہ قرار دیا جاتا ہے، پھر بھی وہ ترکی ان سب کا محبوب نظر اور آئیڈیل ہوتا ہے اور سعودی عرب دشمن دین وایمان، سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک ہی طرح کے واقعات کو دوالگ الگ نظر سے دیکھنے والا چشمہ کس دوکان میں ملتا ہے؟ اور اس طرح کا دہرا پیمانہ کس فیکٹری میں تیار ہوتا ہے؟ **یا للعجب۔**

رہ گئی بات امریکی سعودی تعلقات کی تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سعودی عرب کے امریکہ کے ساتھ بہت مضبوط سفارتی، تجارتی اور دفاعی رشتے ہیں اور یہ رشتے ۱۹۴۵ء سے قائم ہیں، جب بانی سعودی عرب ملک عبدالعزیز کے امریکی صدر کے ساتھ تجارتی ودفاعی معاہدات طے ہوئے تھے اور اس میں کچھ چھپانے، پردہ ڈالنے اور اس پر شرمندہ ہونے کی کوئی بات نہیں، دنیا کے تمام ممالک دوسرے ملکوں کے ساتھ تجارتی اور بوقت ضرورت دفاعی روابط قائم کرتے ہیں اور اپنی ضرورت کی چیزیں درآمد بھی کرتے ہیں اور اپنی مصنوعات برآمد بھی کرتے ہیں، اس میں ہرگز کوئی معیوب بات نہیں، خاص طور سے جو ممالک اس عالمی منظر نامہ میں اونچی پوزیشن کے مالک ہیں اور دفاعی، فوجی، عسکری اور اقتصادی طور پر ان کا شمار ترقی یافتہ اور طاقتور ملکوں میں ہوتا ہے ان سے ضروریات زندگی کے سامان کے علاوہ اسلحہ وہوائی جہاز اور گاڑیوں کی خریداری ایک عام بات ہے، عجیب بات یہ ہے کہ ایران وشام جب روس سے فوجی مدد لے کر شام میں نہتے شہریوں کو خاک وخون میں نہلا دیتے ہیں، جب پاکستان کے چین کے ساتھ فوجی وتجارتی معاہدات ہوتے ہیں اور وہ وہاں سے اربوں ڈالر کے فوجی وغیر فوجی سامان کے سودے کرتا ہے جب کہ چین میں ایغور مسلمانوں کی نسل کشی کسی پر مخفی نہیں، جب ترکی روس وامریکہ دونوں کے ساتھ مختلف طرح کے روابط قائم کرتا ہے اور جب وہ اسرائیل سے کئی طرح کے ساز وسامان خریدتا ہے اور بیچتا بھی ہے اور جب دنیا کے کئی اسلامی ممالک فرانس وبرطانیہ وجرمنی اور دیگر یوری ملکوں سے اسلحہ وتجارتی ساز وسامان خریدتے ہیں جب کہ ان ملکوں خاص طور سے فرانس کی مسلم دشمنی کسی سے پوشیدہ نہیں، پھر جب کچھ ایسے ہی تعلقات سعودی عرب امریکہ کے ساتھ رکھتا ہے تو یہ جرم کیوں کر ہو جاتا ہے، دنیا کے ممالک خاص طور سے اسلامی ملکوں کے مغربی ومشرقی ملکوں کے ساتھ اسی نوعیت کے تعلقات کو تو ''نظریہ ضرورت'' کے تحت قبول کر لیا جاتا ہے، لیکن اگر سعودی عرب امریکہ کے ساتھ اسی طرح کے تعلقات رکھتا ہے تو وہ جرم قرار پاتا ہے، اسے محض سعودی دشمنی کہیں یا واقعات وحقائق کے تجزیہ کا دوہرا پیمانہ۔

یقیناً سعودی عرب اپنے دفاع کے لیے امریکہ پر انحصار کرتا ہے، اس میں شرمانے والی کوئی بات نہیں کیونکہ سعودی عرب کے پاس اور بیشتر اسلامی ملکوں کے پاس وہ ٹکنالوجی نہیں کہ وہ اپنے تحفظ کے لیے ضرورت کے مطابق اسلحہ بنا سکیں اور سعودی عرب کے پاس تو مطلق نہیں، اس لیے وہ مجبور ہے کہ ترقی یافتہ ملکوں اور اسلحہ ساز کمپنیوں سے اسلحہ خریدے، تاکہ اپنی سرحدوں کی حفاظت کر سکے، حتی کہ کوئی بڑا خطرہ پیش آنے پر اسے اس کا بھی حق حاصل ہے کہ وہ اس ملک سے فوجی مدد حاصل کرے جس سے اس کا اس طرح کا معاہدہ ہے، جیسا کہ کویت پر صدام حسین

کے حملہ کے بعد خطہ کی صورت حال کافی مخدوش ہوگئی تھی اور صدام حسین کی بے لگام جارحیت سے سعودی عرب پر بھی خطرات کے بادل منڈلانے لگے تھے تو اس نے امریکی فوجوں کی مدد لی اور یہ اس معاہدہ کے تحت ہوا، جو ملک عبدالعزیز اور صدر روز ویلٹ کے درمیان طے پایا تھا، امریکی فوجوں کو اسے اپنے یہاں بلانے پر مجبور ہونا پڑا، اور یہ بالکل اسی نوعیت کا معاملہ ہے جیسے کوئی اپنے گھر کی حفاظت کے لیے چوکیدار و سیکورٹی گارڈز رکھ لے، امریکی فوجوں کو اس نے ریاض کے مشرق میں آبادی سے کافی باہر رکھا، اس جگہ کا حرمین سے کوئی تعلق نہیں تھا، حرمین وہاں سے ایک ہزار اور بارہ سو کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، لیکن امریکی فوجوں کے اس وقتی قیام کو حرمین شریفین کے تقدس کو پامال کرنے پر محمول کیا گیا اور سعودی حکومت کو ہدف تنقید و ملامت بنایا گیا، حتی کہ ۲۰۰۳ء میں جب جارج بش جونیئر نے عراق پر ناجائز طور سے دوبارہ حملہ کیا تو سعودی عرب نے امریکی فوجوں کو وہاں سے انخلا کا حکم دیا، جو اسی سال سعودی عرب میں واقع اپنے فوجی بیس کو خالی کر کے قطر چلی گئیں، اور وہاں خطہ کا سب سے بڑا اور سب سے مضبوط فوجی اڈہ قائم کیا، لیکن بھائی لوگ آج تک سعودی عرب کو اس کا قصور وار قرار دیتے ہوئے اس مغالطہ انگیزی کی مسلسل کوشش کرتے رہتے ہیں کہ گویا کہ آج تک امریکی فوجیں وہاں براجمان ہیں۔

عام طور سے لبرل حلقوں، بریلویوں اور سعودی دشمنوں کی طرف سے یہ بات دھڑلے سے کہی جاتی ہے کہ سعودی حکام نے امریکہ کے ہاتھ اپنے ملک کو گروی رکھ دیا ہے، امریکہ کی دوستی میں اسلامی مفادات بلکہ اپنے دین وایمان کا سودا کرلیا ہے، امریکہ کو خدا کا درجہ دے دیا ہے اور اس کی ہر بات پر آمنا وصدقنا کہنا اپنا معمول بنالیا ہے، اور وہ اس کی ہر جائز وناجائز مطالبات کے آگے سر تسلیم خم کرتا اور اس کی خواہشات کے آگے سجدہ ریز رہتا ہے، یہ ساری باتیں جھوٹی اور کذب وافترا پر مبنی ہیں، سعودی عرب کے امریکہ کے ساتھ گہرے روابط ضرور ہیں، لیکن اس نے کبھی امریکہ کے سامنے جھکنا اور اپنے اور اسلامی مفادات کو قربان کرنا نہیں سیکھا، بلکہ بارہا اپنی کڑی شرائط کو امریکہ سے منوایا ہے، اس کی درجنوں مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن چند مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

موجودہ سعودی حکمراں خادم حرمین شریفین ملک سلمان بن عبدالعزیز کو ملک عبداللہ بن عبدالعزیزؒ کی وفات کے بعد سعودی عرب کا بادشاہ منتخب کیا گیا، اس موقع پر ملک عبداللہ کی وفات پر تعزیت کرنے کے لیے امریکی صدر براک اوبامہ اپنا ہندوستان کا دورہ نامکمل چھوڑ کر سعودی عرب کے ناگہانی دورہ پر پہنچے، اس موقع پر ایک معزز مہمان کی حیثیت سے ملک سلمان بن عبدالعزیز نے پورے رسمی پروٹوکول اور روایتی عرب مہمان نوازی اور اسلامی اخلاق کے مظاہرہ کے ساتھ ان کا استقبال ائرپورٹ پر ضرور کیا، لیکن جب اسی استقبالیہ تقریب کے دوران ائرپورٹ پر واقع قریبی مسجد سے اذان کی صدائے دل نواز گونجی اور **الله اكبر، الله اكبر** کہہ کر اللہ کی بڑائی کا اعلان کیا گیا اور **حی علی الصلاۃ وحی علی الفلاح** کہہ کر نماز وکامیابی کی طرف بلایا گیا تو ملک سلمان براک اوبامہ کو ششدر اور حیران وپریشان چھوڑ کر سوئے مسجد نماز کے لیے روانہ ہوئے، سعودی فرماں روا کی حیثیت سے ان کا یہ عمل اسلام پسندوں کے لیے خوشگوار تو امریکی وفد کے لیے تعجب خیز اور حیرت انگیز تھا، انھوں نے اپنے اس اسلامی عمل سے یہ جتادیا کہ تم اس دنیا کے سب سے طاقتور انسان ہوگے لیکن ہم کو اللہ احکم الحاکمین کی حاکمیت اور اللہ رب العالمین کی ربوبیت کے سامنے کسی شخص کی حاکمیت وربوبیت قبول

نہیں، کیا سعودی عرب کے علاوہ دنیا کے کسی اور اسلامی ملک کا حکمراں اس اخلاقی جرأت اور اس اسلامی غیرت کا مظاہرہ کرسکتا ہے، لیکن اس طرح کے اعمال کے بعد بھی سعودی عرب اور وہاں کے علماء وائمہ ''اسلام پسند'' نہیں کیونکہ یہ اصطلاح تو اخوانیوں وتحریکیوں نے تو چند مخصوص افراد وجماعت اور تحریکات کے لیے خاص کر رکھا ہے۔

پھر آگے خادم حرمین شریفین ملک سلمان نے جس ایمانی غیرت کا مظاہرہ کیا وہ بجائے خود اپنے اندر درس عبرت رکھتا ہے وہ یہ کہ جب امریکہ کی سکنڈ لیڈی براک اوبامہ کی بیوی مشل اوبامہ نے مصافحہ کے لیے ملک سلمان کی طرف ہاتھ بڑھایا تو انھوں نے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور مصافحہ کرنے سے انکار کردیا، پھر ملک سلمان کے ساتھ اس وفد میں شامل امراء ووزراء اور ارکان سلطنت میں سے کسی نے اس کی جرأت نہیں کی جس سے مشل اوبامہ اور براک اوبامہ کو کافی شرمندگی وخفت اٹھانی پڑی، لیکن ملک سلمان نے ان دونوں باتوں کے ذریعہ یہ واضح پیغام دیا کہ ہم اللہ رب العالمین کے احکامات کے پابند ہیں اور اس کی ناراضگی مول لے کر نہ ہم آپ کی عزت افزائی کرسکتے ہیں نہ پذیرائی اور نہ ہم ان باتوں کو آداب میزبانی کے خلاف سمجھتے ہیں، اس پیغام کے اثرات دور تک محسوس کیے گئے اور قابل ذکر ہے کہ اسے براک اوبامہ نے اپنی توہین وتذلیل سمجھنے کے بجائے اس جرأت رندانہ کی قدر کی اور کافی حد تک خود احساس مرعوبیت کا شکار ہوئے، یہی ایک مومن کی شان ہے جس کا مظاہرہ سعودی حکومت کی طرف سے برابر ہوتا رہتا ہے، پھر بھی یہ جھوٹا الزام کہ وہ امریکہ کا بندۂ بے دام ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سعودی عرب نے اپنی عزت کی قیمت پر، ایمانی غیرت وحمیت کی قیمت پر عالم اسلام کے مفادات کو قربان کرکے کبھی امریکہ ہی نہیں کسی بھی ملک کے ساتھ کسی بھی طرح کی سودے بازی نہیں کی اور ہمیشہ ظلم وجارحیت کے خلاف حق وصداقت کی آواز بن کر ابھرا ہے اور مظلوموں کی حمایت وپشت پناہی کی ہے، سعودی عرب کے تجارتی وسیاسی ودفاعی تعلقات کے ساتھ ہمیشہ سے رہے اور اس کی تاریخ پون صدی سے طویل ہے لیکن اس نے کبھی امریکی خواہشات ومطالبات پر اپنے اور عالم اسلام کے مفادات کو قربان نہیں کیا، بلکہ بارہا اپنی طاقت کا استعمال امریکہ کو جھکانے میں ہی کیا ہے۔

''حرب رمضان'' ۱۹۷۳ء میں جب انوار السادات کی قیادت میں مصر واسرائیل کے درمیان صحرائے سینا کے محاذ پر زبردست جنگ ہو رہی تھیں اور امریکہ کی ساری ہمدردیاں اسرائیل کے ساتھ تھیں اور وہ اسے دوران جنگ بھی جدید ترین اور مہلک ترین اسلحہ سے لیس کر رہا تھا جس سے مصر پسپائی پر مجبور ہوا اور اپنی جیتی ہوئی جنگ ہارنے کے قریب تھا تو اس وقت سعودی عرب نے پہلی بار تیل کو ایک سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا اور امریکہ کی ناراضگی کی پروا کیے بغیر امریکہ اور اسرائیل کے تمام حلیف ممالک کے لیے تیل کی سپلائی بند کردی، کیا جو بندۂ بے دام ہوتا ہے اس طرح کے جرأت مندانہ اقدام کرسکتا ہے؟ اس طرح کی جرأت وحمیت کا مظاہرہ سعودی حکمراں ملک فیصل مرحوم جیسے لوگ ہی کرسکتے ہیں، ان کا یہ تاریخی جملہ آج بھی غیرت مند قوموں کے لیے مشعل راہ ہے، انھوں نے تیل کو امریکہ کے لیے بند کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''ہم صحراء کے رہنے والے اور سخت زندگی کے عادی ہیں ہم کھجور کھا کر زندگی گزار لیں گے، غربت وافلاس کو گلے لگا لیں گے، لیکن اسلام دشمن طاقتوں اور یورپ وامریکہ کو تیل سپلائی نہیں

کریں گے'' اور جب امریکہ کی طرف سے زبردستی تیل حاصل کرنے کی بات منظر عام پر آئی تو انھوں نے پوری جرأت کے ساتھ کہا کہ ہم امریکہ کا یہ خواب کبھی پورا نہیں ہونے دیں گے کہ وہ زبردستی ہمارا پٹرول لے جا کر اپنی صنعت ومعیشت کو ترقی دے اس سے پہلے ہم خود اپنے تیل کے کنوؤں کو آگ لگا دیں گے، کیا امریکہ کے پٹھو ہونے اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی یہی نشانی ہوتی ہے؟ اور کیا جس ملک کے فرماں روا اور اس کے عوام کو اپنے عیش وعشرت سے زیادہ کسی بات کی فکر نہیں ہوتی وہ اپنے مکمل اثاثہ وسرمایہ سے محروم ہونا پسند کرے گا، اس طرح کے فیصلے وہی ملک کرسکتا ہے جس کو اپنی ایمانی غیرت اور عربی حمیت عزیز ہو۔

عراق کے صدر صدام حسین نے کویت پر حملہ کرکے اور اس کو غصب کرکے بہت بڑی غلطی کی اور احسان فراموشی کی بدترین مثال قائم کی، ان کی اس حرکت سے پورے خلیجی خطہ میں فکر وتشویش کی لہر دوڑ گئی، سعودی عرب پر بھی خطرات کے بادل منڈلانے لگے، ایسے میں سعودی عرب نے امریکی فوجوں کی خدمات حاصل کیں، جیسا کہ ملک عبدالعزیز اور امریکی صدر روزویلٹ کے درمیان طے پائے معاہدہ میں ایک شق یہ تھی کہ سعودی عرب کو کوئی خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں امریکی فوجیں اس کو تحفظ فراہم کریں گی، لیکن جیسے ہی یہ خطرہ ٹلا اور صدام حسین کو شکست ہوئی اور کویت سے اس کی غاصب فوجیں واپسی پر مجبور ہوئیں، امریکی فوجوں کی ضرورت باقی نہیں رہی اور جب ۲۰۰۳ء میں امریکی صدر جارج ڈبلیو بش جونیر نے عراق پر وسیع پیمانہ پر تباہی پھیلانے والے اسلحہ کی موجودگی کا بے بنیاد الزام لگا کر اس پر حملہ کردیا اور بین الاقوامی قوانین کی دھجیاں اڑادیں تو اس موقع پر سعودی عرب نے برادر اسلامی ملک کا خیال کرتے ہوئے امریکی فوجوں کو نہ تو اپنے ہوائی اڈے اور نہ بحری اڈے استعمال کرنے کی اجازت دی، بلکہ امریکی فوجوں کو سعودی سرزمین سے انخلا کا بھی حکم دے دیا اور انھوں نے اس پر بے چوں چرا عمل کیا، کیا جو ملک امریکی طاقت سے خائف ولرزہ براندام ہو اس طرح کی جرأت کا مظاہرہ کرسکتا ہے؟ جب کہ بہت سے سعودی مخالفین اس بات کا دعویٰ کررہے تھے کہ اب امریکی فوجیں سعودی عرب سے کبھی نہیں جائیں گی۔

گذشتہ سال اگست ۲۰۲۰ء میں جب یو.اے.ای. نے اسرائیل کے ساتھ امن معاہدہ کیا اور کئی شعبوں میں اس کے ساتھ تعاون واشتراک قائم کیا تو امریکہ کی طرف سے سعودی عرب پر بے تحاشا دباؤ ڈالا گیا کہ وہ بھی یو.اے.ای. کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایسا ہی کرے اور اسرائیل کے ساتھ امن معاہدہ کرے لیکن سعودی عرب امریکی مطالبہ کے آگے نہیں جھکا، بلکہ صاف انکار کردیا کہ جب تک فلسطین کو مکمل خودمختاری اور آزادی نہیں دی جاتی اور اسرائیل مقبوضہ علاقوں کو خالی نہیں کرتا اس وقت تک اسرائیل کو تسلیم کرنے اور اس کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، کیا جو ملک امریکہ کے دباؤ میں فیصلے کرتا ہے وہ اس طرح اس کا مطالبہ مسترد کرنے کی جرأت کرسکتا ہے؟

اسی طرح جب امریکی صدر براک اوبامہ نے سعودی عرب کو بلیک میل کرنے کے ارادہ سے یہ کہہ دیا تھا کہ ''سعودی عرب اپنے تحفظ کے لیے امریکہ کا محتاج ہے اور امریکہ اگر اسے اسلحہ دینا اور سپورٹ کرنا بند کردے تو اس کا وجود دو ہفتہ بھی برقرار نہیں رہ سکتا'' اس امریکی دعوی کا اس سے بھی زیادہ سخت لہجہ میں ولی عہد محمد بن سلمان نے جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ سعودی عرب ڈھائی سو سال سے زیادہ عرصہ سے قائم ودائم ہے اس وقت خود امریکہ کی عالمی سیاست

میں کوئی حیثیت نہ تھی اور اگر ہم امریکہ سے اسلحہ حاصل کرتے ہیں تو اس کی بھرپور قیمت ادا کرتے ہیں (کوئی بھیک یا مدد میں نہیں لیتے) اس کھرے اور بے ٹوک ردعمل کے بعد براک اوبامہ کو کوئی جواب نہ سوجھا، کیونکہ اسلحہ کی خرید وفروخت دوطرفہ تجارتی معاملہ ہے جس میں ایک فریق (سعودی عرب) اس اسلحہ کے ذریعہ اپنے دفاع کو مضبوط کرتا ہے تو امریکہ اس سے مالی فائدہ حاصل کرتا ہے، اس لیے کسی کا کسی پر کوئی احسان نہیں، واضح ہو کہ ۲۰۱۵ء سے لے کر ۲۰۲۰ء تک امریکی اسلحوں کا سعودی عرب سے بڑا خریدار کوئی اور ملک نہیں بلکہ پوری دنیا میں سب سے بڑا دفاعی سودا سعودی عرب وامریکہ کے درمیان ہوا، جو اس دوران ساڑھے تین کھرب ڈالر سے زائد ہے۔

سعودی عرب نے اپنی سلامتی کو یقینی بنانے اور ایرانی عزائم سے اپنے ملک اور حرمین شریفین کو بچانے کے مقصد سے یمن میں اس کا راستہ روکنے کی کامیاب کوشش کی اور ایک اتحاد بنا کر حوثی باغیوں کے خلاف فوجی مہم چھیڑ دی، جس کی دیگر تفصیلات کا موقع نہیں، لیکن اپنے سب سے بڑے حلیف اور بقول دیگراں ''دوست وشریک'' امریکہ کو اس مہم کے لیے کانوں کان خبر نہ ہونے دی اور اس کو اپنے اعتماد میں لینے کی مطلق ضرورت نہ سمجھی کیا اگر سعودی عرب امریکہ کا اتنا ہی قریبی ہے اور وہ اپنے فیصلوں کے لیے اس کا محتاج ہے تو اتنا بڑا اقدم اٹھانے سے پہلے اس نے اس سے صلاح ومشورہ نہ کیا ہوتا؟

موجودہ امریکی صدر جو بائیڈن نے اپنی انتخابی مہم کے دوران سعودی عرب کے خلاف کافی زہر اگلا تھا اور اس کو حقوق انسانی کی خلاف ورزی کے لیے قصور وار ٹھہرانے کا عزم ظاہر کیا تھا، لیکن اقتدار سنبھالنے کے بعد وہ بھی سعودی عرب کے خلاف کوئی منفی قدم اٹھانے کی جرأت نہ کر سکے، بلکہ اربوں ڈالر کے دفاعی سودے کیے، ابھی گذشتہ مہینہ ستمبر کی ۲۳؍تاریخ کو سعودی عرب کے الیوم الوطنی کی مناسبت سے خادم حرمین شریفین ملک سلمان کو بھیجے گئے تہنیتی مکتوب میں امریکی صدر نے نہ صرف سعودی عرب کی سلامتی کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا بلکہ یہ بھی کہا کہ ''سعودی عرب اور امریکہ کے درمیان تعلقات خطہ کی سلامتی کے لیے کلیدی حیثیت رکھتے ہیں، ساتھ ہی اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ سعودی عرب اور امریکہ کے درمیان دوطرفہ تعلقات مشرق وسطیٰ میں استحکام، سلامتی اور معاشی خوش حالی کا سنگ بنیاد ہیں۔''

غرض کہ سعودی عرب اور امریکہ کے مابین تعلقات دوستانہ ضرور ہیں لیکن سعودی عرب ہر فیصلہ میں نہ تو امریکہ کا محتاج ہے اور نہ ہی اس نے کسی بھی معاملہ میں اس کے سامنے جھکنا گوارہ کیا، اس نے اپنی اسلامی غیرت وحمیت، اپنی عزت نفس اور اپنے اسلامی ملکوں کے مفادات کو اس دوستی پر کبھی قربان نہیں کیا، بلکہ یہ دوطرفہ تعلقات برابری کی بنیاد پر قائم ہیں، اس لیے امریکہ سے اس کے تعلقات کو جو لوگ شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں وہ اپنے زاویہ فکر کو درست اور اپنے خدشات کو دور کر لیں۔

۞۞۞

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں
ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف
(اقبال)

سعود اختر عبدالمنان سلفی

احادیث نبوی کی ترویج واشاعت میں سعودی عرب کا کردار

مملکت سعودی عرب توحید وسنت کا علم بردار اور دعوت کتاب وسنت کا آئینہ دار ہے۔اس کا دستورِ اساسی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے۔عدل وانصاف کے نفاذ اور انسانی حقوق کی پاسداری میں تمام عالم اسلام بلکہ پوری دنیا میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔شرعی اصول وقوانین کے نفاذ اور بالادستی کے سبب اللہ رب العالمین کی بے شمار نعمتوں سے مالا مال ہے۔امن وشانتی،صلح وآشتی اور سکون واطمینان کی ایسی پرکیف فضا اور حدود وتعزیر کا ایسا شرعی نفاذ کہ خیر القرون کی یادیں تازہ ہوجائیں نیز کرہ ارض پر موجود مختلف براعظموں میں منقسم مختلف ممالک کے درمیان اپنا ایسا مثالی کردار اور شناخت رکھتا ہے کہ خیر وبھلائی کے فروغ اور جرم وبرائی کی روک تھام میں کوئی اس کا ثانی نہیں۔مملکت سعودیہ مومنین سے محبت کرنے میں حدیث نبوی ’’مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ، تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمى‘‘ کی عملی تصویر ہے،سعودی عرب کفار ومشرکین، مبتدعین، مستشرقین اور شیعہ وخوارج نیز دیگر اعدائے اسلام کی ہزار دشمنیوں وریشہ دوانیوں کے باوجود خدمت خلق میں مصروف دنیائے انسانیت بالعموم اور عالم اسلام بالخصوص کے مسائل ومشکلات کے حل کی فکر کرنے والا،آفات ارضی وسماوی کے مواقع پر ایثار وقربانی کی بے نظیر مثال پیش کرنے والا اور ان کو راحت وسکون پہنچانے کی خاطر دولت کے دہانے کھول دینے والا کہ حاتم طائی کی سخاوت بھی اس کے سامنے ماند پڑ جائے، خانماں برباد اور لٹے افراد کی آبادکاری اور خاموشی کے ساتھ اشک شوئی کرنے والا اور ان کے زخموں پر مرہم رکھنے والا ملک ہے، جس کا مقابلہ دوسرے ممالک کرنے سے عاجز وقاصر ہیں،غرض یہ کہ مملکت سعودی عرب نے اپنے وجود سے لے کر آج تک جن مختلف جہات میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں ان میں سب سے اہم کارنامہ اصلاح عقائد اور کتاب وسنت کی نشر واشاعت اور سنت کے مخالفین کا حتی المقدور دفاع کی کوشش ہے کیوں کہ یہی دنیا وآخرت کی سعادت وکامرانی، فوز وفلاح اور نجات کا ضامن ہے۔نیکی وبھلائی کے یہ سارے امور حکومتی سطح پر بھی عام ہیں اور وہاں کے عوام میں بھی دینی جذبہ اور سخاوت وفیاضی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

امام محمد بن سعود اور امام محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ نے درعیہ سے جس مشن کا آغاز کیا تھا اور توحید وسنت کے پرچم کو لہرایا تھا،شرک وبدعات کے قلع قمع کرنے کی سچی تڑپ اور اخلاص وللّٰہیت کے جذبۂ صادق سے سرشار توحید کا آوازہ بلند فرمایا تھا کہ اسی باعث مختصر عرصہ میں وہ اپنے مقصد میں کامیاب نظر آئے اور منہج کتاب وسنت کو دنیا میں متعارف کرادیا اور اخلاص وللّٰہیت کا ثمرہ ہی تھا کہ ان کی نسلوں کے ہاتھوں میں بغیر کسی کشت وخون، جنگ وجدل کے ۲۱/لاکھ مربع کلومیٹر پر مکمل طور سے دسترس حاصل ہوگئی اور محمد بن سعود کی نسلوں کو مملکت سعودی عرب خاص طور سے حرمین شریفین کی خدمت کی توفیق حاصل ہوئی اور وہ یہ کہنے کے بجا طور پر حق بجانب ہوئے کہ سلفی

منہج پر قائم ملک سعودی عرب نے اپنے قیام کے اول روز سے ہی اس بات کا اہتمام کیا کہ اپنے ملک کا آئین و دستور کتاب وسنت کو بنائے، چناں چہ سب سے پہلے بادشاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود نے واضح طور پر اس بات کا اعلان کیا کہ ہم دین اسلام کے داعی ومنادہیں اور اقوام عالم میں اسی کی ترویج و اشاعت کی کوشش کریں گے نیز ان سلف صالحین کے عقائد کی طرف لوگوں کو دعوت دیں گے جنہوں نے کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔

سعودی عرب کے قیام سے قبل جب کہ نجد وحجاز میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے دعوتی کارناموں اور اصلاح عقائد کی گہری چھاپ محسوس کی جارہی تھی لیکن ابھی بھی چند مقامات پر حتیٰ کہ حرمین شریفین میں بعض مشرکانہ ومبتدعانہ امور انجام دیے جاتے تھے، ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مومنانہ فراست وتدبیر کے ساتھ ان کا خاتمہ کیا اور دین کو آلائشوں اور غلاظتوں سے منزہ ومبرا کیا، راہ ضلالت پر مصر افراد کو صراط مستقیم پر گامزن کردیا، اوہام وخرافات پر ایمان رکھنے والوں کو رب کی معرفت سے روشناس کرا دیا اور اساطیر واباطیل کے رسیا افراد کے دلوں میں قرآن وسنت کی محبت پیدا فرمادی۔

ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ نے جس منہج کو رواج دیا، ان کی نیک طبیعت اولاد نے پورے اخلاص اور تن دہی سے اس کی مزید آبیاری کی اور کتاب وسنت کے بقاء واستحکام کے لیے ہر طلوعِ آفتاب کے ساتھ مفید وسائل اختیار کیے۔

سطور ذیل میں سنت کی ترویج و اشاعت میں سعودی حکمرانوں کا کردار اختصار کے ساتھ قلم بند کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔

(۱) جامعات ویونیورسٹیز کا قیام:

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج واشاعت میں سعودی عرب کا نمایاں رول رہا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ سنت کی خدمت میں تمام اسلامی وعرب ممالک مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو مبالغہ نہ ہوگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار، خطیر مصارف واخراجات برداشت کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کے احیاء کے لیے حکومت سعودی عرب نے مختلف شہروں میں جامعات قائم کیے اور اس میں سنت کے مقام ومرتبہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سنت کے علاحدہ شعبے قائم کیے اور نہ صرف یہ کہ اپنے شہریوں کو بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک کے مسلم طلبہ کے لیے داخلہ کی راہیں کھول دیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کے اندر شوق ورغبت پیدا کرنے کے لیے ان کے معاشی مسائل کو بھی حل کردیا کہ آمد ورفت کے اخراجات ومصارف کے ساتھ ساتھ معقول ماہانہ وظیفہ بھی متعین کردیا نیز طلبہ اپنی ضروریات کی تکمیل کے بعد اتنی رقم پس انداز کر کے گھر بھیج سکتے ہیں جن سے ان کے اہل خانہ کے جائز اخراجات کی تکمیل ہوسکتی ہے۔

سعودی عرب کے جامعات نے مختلف علوم وفنون کی تدریس کے لیے اپنے فن میں ماہر اساتذہ کی تقرری کر کے کامیابی کے ساتھ علوم ومعارف کی صف میں مضبوطی کے ساتھ اپنا قدم جمالیا ہے، اسی طرح حدیث کی تدریس کے لیے نہ صرف یہ کہ ماہر اور متخصص اساتذۂ حدیث کو منتخب کیا جاتا ہے بلکہ ان کے عقیدہ اور منہج کو بھی جانچا اور پرکھا جاتا ہے، مبادا وہ اپنے فاسد عقائد طلبہ میں داخل کردیں اور شکوک وشبہات کے چور راستوں کو کھول دیں کیوں کہ استاد آئیڈیل اور نمونہ ہوتا ہے اس کے عادات واطوار، نقل وحرکت شاگردوں کے

لیے سند کا درجہ رکھتے ہیں، وہ اپنے استاد کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہے اسی لیے تمام علوم کی تدریس میں استاد کے عقیدہ و منہج کا خیال کیا جاتا ہے لیکن فن حدیث کی تدریس کے لیے منہج کتاب وسنت پر عامل، متشرع علماء کی ہی تقرریاں کی جاتی ہیں۔ ابھی ماضی قریب میں شعبہ سنت سے وابستہ افراد کی تحقیق و تدقیق کی گئی تو ہزار احتیاط اور تحفظات کے باوجود سینکڑوں متساہلین اور منہج سلف سے فکری طور پر منحرف اشخاص کو شناخت کر کے نکالا گیا۔

سعودی عرب کے اس عمل پر برصغیر کی تقلیدی اور تحریکی برادری کی جانب سے پرزور مذمت کی گئی حالاں کہ اس کا یہ عمل سنت کی حفاظت کے سلسلے میں بہت ضروری تھا، کیوں کہ بھیڑیے جب بکریوں کی نگرانی پر مامور ہو جائیں گے تو بکریاں کس حد تک محفوظ و مامون رہ سکتی ہیں کسی بھی صاحب بصیرت سے مخفی و پوشیدہ نہیں، اسی طرح جب حدیث اور علوم حدیث کو اپنی عقل پر تولنے والے، حدیث کے مقابلے میں ائمہ و دیگر شخصیات کے آراء کو ترجیح دینے والے، شکوک وشبہات کو ہوا دینے والے سنت کی حفاظت پر مامور ہوں گے تو اس کا وہی حشر ہوگا جو بکریوں کا ہوا۔

سعودی عرب نے سنت کو تحفظ فراہم کرتے ہوئے ایسے لوگوں کو حاشیہ پر لگا دیا جو فکری طور پر منحرف ہو کر مستشرقین اور اعدائے اسلام یا ان سے مرعوب شکست خوردہ کج فکر مسلمانوں کی روش اختیار کیے ہوئے تھے۔

سعودی عرب سنت کی حفاظت کی خاطر تمام جامعات میں طلبہ کے اندر ذوق وشوق پیدا کرنے کے لیے ان کے درمیان حفظ احادیث وفہم حدیث کے انعامی مسابقات کا اہتمام کرتا ہے اور فائزین و مشارکین تمام شرکاء ونمایاں کامیابی سے ہمکنار ہونے والے طلبہ کو گراں قدر انعامات سے نوازتا ہے، اسی طرح تخریج و تحقیق کے مشاریع پر بامعاوضہ کام کرایا جاتا ہے، اسی طرح حدیث کی کتابوں اور ان کے شروحات کے درمیان موازنہ و مقارنہ کرا کر ان کے ذوق وشوق اور صلاحیت کو جلا بخشنا بھی مقصود ہوتا ہے اور مختلف طریقوں سے سنت کی حفاظت کا کام بھی ہوتا رہتا ہے۔

سعودی عرب کے اکثر جامعات کے طلبہ خواہ وہ کسی بھی شعبہ سے وابستہ ہوں ان تمام کی تربیت اس انداز سے کی جاتی ہے کہ وہ سنت کی حفاظت اور اعدائے اسلام کے حملوں کے دفاع میں اپنی جان قربان کرنا گوارہ کرلیں لیکن اس پر آنچ نہ آنے دیں، نیز انہیں حدیث پاک کے علوم سے حتیٰ المقدور متعارف کرانے کی سعی پیہم کی جاتی ہے تاکہ اس کی عظمت ان کے قلوب واذہان میں جاگزیں ہو جائے، کیوں کہ یہی طلبہ کل قوم کے معمار اور رجال تیار کرنے والے ہوں گے، ان کے ہاتھوں میں قوم کا مستقبل ہوگا، ان کے دینی وسیاسی رہنما ورہبر ہوں گے، جب یہ مضبوط اور صحیح عقیدہ کے ہتھیار سے لیس ہوں گے تو کوئی ان کا اور ان کے زیر تربیت افراد کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔

سعودی جامعات نے سنت مطہرہ کی خدمت بایں طور بھی کی ہے کہ اس شعبہ سے وابستہ اساتذہ کے نوٹس و مذکرات اور ماجستیر ودکتوراہ کے طلبہ کے اکثر ممتاز رسالوں کی اشاعت کو یقینی بنا کر اسے عوام وخواص کے مطالعہ کے لائق بنایا جاتا ہے، ان کے علاوہ سعودی جامعات کی بے شمار خدمات ہیں جن کو طوالت کے خوف سے حیطہ تحریر میں لانے سے قاصر ہوں۔

(۲) علمائے کرام کی اخلاقی و مالی سرپرستی:

سعودی عرب پوری دنیا کے علمائے کرام کی دینی خدمات کا بالعموم اور اپنے ملک کے علماء کی بالخصوص شرحِ صدر

کے ساتھ احترام کرتا ہے اور ان میں سے بعض افراد کو مخصوص شرائط کے ساتھ خاطر خواہ معاوضہ بھی فراہم کرتا ہے جس کا مقصد صرف اعلائے کلمۃ اللہ اور صحیح عقیدہ کا نفاذ ہے، مختلف جہات کے ذریعے سے دعاۃ إلی اللہ جو کتاب و سنت اور عقیدہ صحیحہ کی تدریس و دعوت پر مامور ہو کر معاشرے کو صالح بنانے کی فکر کرتے ہیں اور اپنی دعوت کے ذریعے کتاب وسنت کی فکر وتعلیم کو عام اور شرک و بدعات کا قلع قمع کرتے ہیں، سعودی عرب ایسے بعض دعاۃ کی کفالت کر کے ان کی روزی روٹی کے مسائل کو آسان کر دیتا ہے تا کہ وہ پورے انہماک اور تن دہی کے ساتھ اپنے دعوتی وتدریسی فریضہ کو انجام دے سکیں۔

سعودی عرب سے مالی اعتبار سے مستفیدین کی اکثریت تعداد خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اپنے فریضہ کو انجام دیتے ہوئے حدیث کی نشر واشاعت اور دفاع میں حتی المقدور کوشش کرتی ہے۔

(۳) مجمع الملک سلمان بن عبدالعزیز آل سعود للحدیث النبوی:

سعودی عرب کے موجودہ فرماں رواشاہ سلمان بن عبدالعزیز کا شمار جہاں ایک کامیاب اور ماہر حکمران اور عظیم مدبر و دوراندیش سیاست داں کے طور پر ہوتا ہے وہیں سنت مبارکہ سے ان کی محبت وشیفتگی اور رغبت وشغف بھی بے مثال ہے، جہاں انھوں نے اپنے دور اقتدار میں بہت ساری اصلاحات کی جانب توجہ مرکوز کی اور سعودی عرب کو خود کفیل بنانے کی ہر ممکن کوشش کی وہیں انہوں نے حدیث اور حدیث سے متعلقہ علوم کی نشر و اشاعت کے لیے ایک طباعتی کمپلیکس کے قیام کا اعلان کر کے سنت دوستی کا ثبوت پیش کیا ہے، ان شاء اللہ یہ عمل حکمرانان سعودی عرب کے لیے توشۂ آخرت اور دنیا وآخرت میں سرخروئی کا باعث ہوگا۔ حدیث میں اس سلسلے میں بڑی بشارت موجود ہے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَبَلَّغَهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرِ فَقِيهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْه''

ترجمہ: سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے میرا کلام سنا، پھر اسے (دوسروں تک) پہنچا دیا۔ بعض لوگوں کے پاس فقہ کی بات ہوتی ہے، اور وہ خود فقیہ نہیں ہوتے۔ بعض لوگ فقہ کی بات اپنے سے زیادہ فقیہ آدمی کو پہنچا دیتے ہیں''۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۰)

مذکورہ حدیث میں محض ایک قول رسول کے متعلق فضیلت بیان کی گئی ہے جب کہ زیر تعمیر کمپلیکس میں لاکھوں احادیث اور اس کے متعلقات کی نشر واشاعت ہوگی، ان شاء اللہ۔

حدیث کے لیے طباعتی کمپلیکس کی تعمیر کا مقام بھی شہر رسول مدینہ طیبہ کو منتخب کیا گیا ہے، اس کے بعض اغراض ومقاصد درج ذیل ہیں:

(۱) سنت اور اس کے متعلقہ علوم کی تحقیق وتخریج۔

(۲) سنت اور اس کے متعلقہ علوم کی کتابوں کی بڑے پیمانے پر طباعت۔

(۳) دنیا بھر کے ماہر علمائے حدیث کا بطور ممبر انتخاب۔

(۴) حدیث کے تمام پروجیکٹس پر کام حکومت کی جانب سے بنائے گئے بورڈ کے تحت ہوگا۔

(۵) دشمنان اسلام کی جانب سے سنت پر اباطیل و افتراء اور اعتراضات کا دلائل کی روشنی میں دفاع۔

(۲) کوشش ہوگی کہ دنیا کی ہر زندہ زبان میں احادیث کی کتابوں کے تراجم اور شروحات شائع کیے جائیں وغیرہ۔

بجا طور پر حکومت سعودی عرب سے یہ امید کی جاتی ہے کہ جس طرح سے اس نے قرآن کمپلیکس کو بڑے پیمانے پر نت نئے طریقوں اور جدید ترین مشینوں سے لیس کیا ہے شریعت مطہرہ کے مصدرِ دوم حدیث پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی خاطر خواہ اپنی توجہ مبذول کرے گی۔ اللہ اس کی خدمات کو قبول فرمائے اور بہتر سے بہتر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

(۴) ممتاز علمائے حدیث کی خدمات کا اعتراف وایوارڈ:

حکومت سعودی عرب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی نشر و اشاعت میں دنیا بھر کے علمائے حدیث کی مساعی اور خدمات کا کھلے دل سے اعتراف کرتی ہے اور جو بھی اس سلسلے میں ممتاز مقام رکھتے ہیں ان کی الامیر نایف بن عبدالعزیز ایوارڈ سے تکریم کی جاتی ہے، مذکورہ ایوارڈ عالمی پیمانے پر بھی دیا جاتا ہے اور ملکی پیمانے پر بھی، فائق اور ممتاز طلبہ وطالبات کے لیے بھی ہوتا ہے اور ماہرین کے لیے بھی۔ جس کے ذریعے لوگوں میں شوق پیدا کیا جاتا ہے وہ حدیث کی نشر و اشاعت میں محنت کریں تاکہ وہ اس ایوارڈ کے حق دار ہوسکیں، اسی بہانے حدیث پر بہترین اور مفید کام ہوجاتا ہے اور علمائے کرام کی خطیر رقم سے اعانت اور تکریم بھی ہوجاتی ہے۔ اللہ جزائے خیر عطا فرمائے امیر نایف بن عبدالعزیز رحمہما اللہ کو کہ انہوں نے حدیث کے شعبہ سے وابستہ افراد کی تکریم فرمائی اور خدام حدیث میں قیامت تک کے لیے اپنے نام کو جاوداں و لازوال کردیا۔

محترم امیر کا جاری کردہ یہ ایوارڈ علمائے حدیث کو خراج تحسین پیش کرنے کی ایک کوشش اور دنیاوی انعام وبخشش ہے حالاں کہ اس کا صلہ وبدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے شایان شان عطاء فرمائے گا، ان شاء اللہ۔

(۵) حدیث کے مسابقات کا اہتمام:

حکومت سعودی عرب نے جن اہم ذرائع سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کیا ہے ان میں ایک ذریعہ ہے انعامی مسابقات اور مقابلات کا، یہ مسابقات کبھی نصوص کے حفظ سے متعلق ہوتے ہیں تو کبھی فقہ السنۃ پر مشتمل، بسا اوقات حدیث کے دیگر علوم پر بھی مسابقات منعقد ہوا کرتے ہیں، چوں کہ موجودہ دور مسابقت اور منافست کا ہے، ہر شخص ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوشش اور دوڑ میں لگا ہوتا ہے لیکن کوششیں اسی کی ثمر آور ہوتی ہیں جو جان توڑ محنت کرتا ہے، اپنے آپ کو تھکا دیتا ہے، راتوں کی نیندیں قربان کردیتا ہے، ہمت وعزم جواں ہوتے ہیں، کچھ کر گزرنے کا حوصلہ اور جذبہ ہوتا ہے، جب یہ جذبہ کسی کے اندر موجزن ہوجائے تو وہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو تیر کر عبور کرسکتا ہے، مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرسکتا ہے اور پوری مہارت کے ساتھ اپنے ساتھیوں میں ممتاز مقام پر کھڑا ہوسکتا ہے، سعودی عرب کے تمام فرماں روا دینی جذبات سے سرشار ہوتے ہیں، ایمانی غیرت و حمیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہوتی ہے اور دین کی ہر طرح کی خدمت کو اپنے لیے باعث افتخار تصور کرتے ہیں، سنت کی ترویج و اشاعت کی غرض سے انہوں نے موجودہ دور کے اہم وسیلہ مسابقہ کا بھی انتخاب کیا کہ جس سے لوگوں کے ذوق وشوق میں خاطر خواہ اضافہ ہو، یہ اس کو عالمی پیمانے پر بھی منعقد کرتے ہیں اور کبھی ملکی وشہری اور کبھی صرف ایک جامعہ ومعہد ومدرسہ کے

درمیان، کبھی اس کو کسی جماعت اور قسم ہی تک محدود کردیتے ہیں اور کبھی عالم اسلام کے کئی ممالک کے طلبہ کو شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ طلبہ ومشارکین زیادہ سے زیادہ نصوص کو حفظ کریں اوراس میں تفقہ حاصل کرسکیں، نیز انعامات کی شکل میں طالبان حدیث واساتذہ کی مالی مدد ہوسکے۔

(۶) علمی دورات ومحاضرات کے ذریعہ حدیثی خدمت:

کم وقت میں زیادہ فائدہ اٹھانے کا ایک ذریعہ علمی دورات اور محاضرات ہیں، جس میں مختصر وقت میں کسی ایک موضوع پر اس فن کا متخصص وماہر علوم ومعارف کی موتیاں بکھیر دیتا ہے اور موضوع کے تمام گوشوں پر گفتگو کرتے ہوئے مکمل طور پر سیراب کردیتا ہے کہ اختتام پر کسی قسم کی تشنگی اور پیاس کا احساس نہیں ہوتا۔

سعودی عرب میں دورات کا اہتمام خوب ہوتا ہے، کبھی کسی مسجد میں، کبھی کسی سیمینار ہال تو کبھی علمائے کرام اپنے گھروں ہی میں فیض یاب کرنے کا سامان کرلیتے ہیں، مختلف علوم وفنون کے دورات کے ساتھ حدیث کے دورات زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، لوگ اس میں خوب ذوق وشوق کے ساتھ شرکت کرتے ہیں، اکثر مساجد بالخصوص حرمین شریفین میں حکومت کی جانب سے متعین حدیث وعقیدہ کے ماہر علماء ومشائخ دروس حدیث کا اہتمام کرتے ہیں، دروس حدیث امہات الکتب سے بھی ہوتے ہیں اور چھوٹے موٹے رسائل سے بھی لیکن نہایت ہی معلوماتی اور مفید ہوتے ہیں۔

حرم مکی کے دروس کے حلقات میں بارہا استفادہ کا موقع ملا، مشائخ جس شرح وبسط کے ساتھ احادیث کی شرح کرتے ہیں، مستفیدین خاص طور سے برصغیر کے وہ طلبہ جو تبرکا ختم صحیحین کا تمغہ لے کر کافی اچھل کود مچاتے ہیں یا اختلاف ائمہ کے چکر میں پڑ کر سارا مزا کرکرا کر بیٹھتے ہیں عش عش کرا ٹھتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں کہ حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے کا مزہ اب آیا۔

دورات کا یہ سلسلہ صرف اندرون ملک تک محدود نہیں بلکہ وہاں کی دعوتی وخیراتی تنظیمیں دیگر ممالک میں بھی اس کے انعقاد کی کوششیں کرتی ہیں اور اپنے ماہر علماء کو بھیج کر یا وہیں کے علماء ودعاۃ اور سعودی جامعات میں زیر تعلیم منتہی طلبہ کی مدد سے حدیث اور دیگر علوم وفنون کے اچھوتے اور مفید موضوعات پر لیکچرز ہوتے ہیں، یہ ایک مفید طریقہ ہے ہمارے ملک میں اس کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی حالاں کہ اس کے دوررس فوائد ونتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

(۷) حدیث کی کتابوں کی تقسیم:

گذشتہ صفحات میں حدیث کمپلیکس کے ضمن میں یہ بات عرض کی گئی ہے کہ اس کے ذریعے حدیث کی طباعت و اشاعت اعلیٰ پیمانے پر ہوگی، یہ آئندہ کا عزم اور کوشش ہے اس لیے اس سلسلے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا لیکن ہمیں یقین ہے کہ موجودہ اور آئندہ کے فرماں روا بھی اپنے پیش روفرماں رواؤں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حدیث پر منظم کام کریں گے لیکن موجودہ حالت یا اس سے قبل جب ہم احادیث کی طباعتی اداروں اور بعض خیراتی ودعوتی اداروں سے مفت کتابیں تقسیم کرنے کا جائزہ لیتے ہیں تو دل سے دعا نکلتی ہے کہ جو کتابیں نایاب اور کمیاب تھیں ان کو بڑے پیمانے پر طبع کرا کر پوری دنیا میں پہنچا کر حدیث کی خدمت کی کہ لوگوں نے اس کی عدم دستیابی اور نایابی کا رونا رونا چھوڑ دیا۔ اور **بلغوا عنی ولو آیة** کا عملی نمونہ پیش کردیا۔

مملکت سعودی عرب نے کتابوں کی مفت تقسیم کے ذریعہ حدیث کی نشر واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔

(۸) دعوتی وخیراتی اداروں کے ذریعہ حدیث کی خدمات:

مملکت سعودی عرب کے زندہ دل حکمرانان اور مخلص و ہوش مند علمائے کرام کوئی ایسا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے کہ اس کو اللہ کی رضا کے لیے استعمال نہ کریں۔ دعوتی اداروں کے ذریعہ اکثر پروگرام ہوتے رہتے ہیں، مستفیدین کی شرکت کو یقینی بنانے کی خاطر حاضری پر انعام رکھا جاتا ہے، کبھی موبائل ریچارج کارڈ کے ذریعے ان کو اکٹھا کیا جاتا ہے، کبھی نقدی اور کھانے کی لالچ میں ان کو بلانے کی کوشش کی جاتی ہے اور توعیۃ الجالیات کے مترجمین علماء و مشائخ کے واسطہ سے ان سے گفتگو کی جاتی ہے، سوالات بھی کیے جاتے ہیں جواب دینا تو دور کی بات صرف زبان کھول دینے پر ماشاء اللہ وحیاک اللہ جیسے دعائیہ جملوں کے ساتھ انعامات سے بھی نواز دیا جاتا ہے اس طرح ان کو غیر محسوس طریقے سے حدیث کے ایک دو مسائل کا علم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خیراتی اداروں میں تقسیم سامان سے قبل بعض مفید اور قیمتی باتیں مستفیدین کے گوش گزار کر دی جاتی ہیں جسے وہ بصد شوق سنتے ہیں جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے جیل میں ضرورت مندوں کو نصیحت کی تھی اور کہا تھا کہ جو ضرورت مند ہوتا ہے وہ نرم اور مطیع ہوتا ہے، اسی طرح جو کسی ضرورت کے تحت خیراتی اداروں کا رخ کرتا ہے اس کو بھی چند جملوں میں نصیحت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو اس کے علم میں اضافہ کا باعث ہوتی ہے۔

(۹) کتبات ولوحات کے ذریعے حدیثی خدمت:

حکومت سعودی عرب نے اپنی مملکت میں جن وسائل کو اختیار کیا ہے ان میں سے ایک اہم وسیلہ ہے دیواروں و سڑکوں کے کنارے پر کتبات ولوحات آویزاں کرنا۔

ان کتبات ولوحات میں چھوٹی چھوٹی آیات وآحادیث یا ان کے ٹکڑے اور دعائیں جلی حروف میں کنداں ہوتے ہیں کہ آدمی جب راستے سے گزرتا ہے تو اس کی نظر اس پر بار بار پڑتی ہے جس سے اس کا سمجھنا اور یاد کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

محترم قارئین! گذشتہ سطور میں سعودی عرب کی بعض حدیثی خدمات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے، مکمل طور سے احاطہ کا دعویٰ نہیں۔

حکومت سعودی عرب کی مختلف جہات میں خدمات وپیش رفت کسی فرد بشر سے مخفی نہیں۔ وہاں کے علماء ودعاۃ بلکہ عام شہریوں میں بھی خیر کا عنصر غالب ہوتا ہے اور کوشش ہوتی ہے کہ دعوتی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور دعوت کتاب و سنت کو عام کریں۔

مخالفین و معاندین بے سروپا اعتراضات واتہامات کے ذریعہ سعودی عرب کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ہم اہلِ توحید کی ذمہ داری ہے کہ دشمنوں کا منہ توڑ جواب دیں اور انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کریں کہ جب تک سعودی عرب کا آئین ودستور کتاب وسنت ہوگا ہم بہر اعتبار اس کا دفاع کرتے رہیں گے، کیوں کہ ہمارا اور ان کا عقیدہ وہی ہے جس کی تعلیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دی ہے اور پھر اپنے عمل کے ذریعے اسے سند فراہم کر دیا۔

اللہ سعودی عرب کی ہر اعتبار سے حفاظت فرمائے، چوطرفہ دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کی توفیق عطا فرمائے، نادان دوستوں کی نادان عداوتوں سے بچائے اور انہیں حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) ✡✡✡

مولانا قمرالدین ریاضی
استاد جامعہ سراج العلوم السّلفیہ، جھنڈانگر، نیپال

صحیح عقیدہ کی ترویج واشاعت میں مملکت سعودی عرب کا کردار

بلا شبہ عقائد صحیحہ اور خاص طور سے عقیدہ توحید بندہ مؤمن کے لیے ایک عظیم سرمایہ ہے؛ کیونکہ انس وجن کی تخلیق اسی توحید کی تحقیق اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ہوئی ہے، اس کی فلاح و بہبود، دنیا وآخرت میں حصول سعادت کا راز بھی اسی میں مضمر ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاريات: ۵۶)

ترجمہ: میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: : ﴿الَّذِينَ آمَنُواْ وَلَمْ يَلْبِسُواْ إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُوْلَـئِكَ لَهُمُ الأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ (الأنعام: ۸۲)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کیا ایسے ہی لوگوں کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے بشارت دی ہے کہ جو لوگ شرک سے اپنے آپ کو باز رکھیں گے اور توحید کو اپنے لیے حرز جان بنائیں گے ہم ان کو امن وامان کی نعمت سے مالا مال کردیں گے اور ان کو ہدایت یافتہ لوگوں کے زمرہ میں شامل کردیں گے۔ اسی طرح سے ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے اہل توحید کو زمین میں استخلاف اور تمکین دلانے کا وعدہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ....﴾ (النور: ۵۵)

ترجمہ: تم میں سے وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ تعالی نے وعدہ کیا کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائیں گے جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جمادے گا...۔

قارئین کرام! مملکت سعودی عرب کی اساس اسی عقیدہ توحید کی تحقیق پر قائم ہے، سعودی عرب کے سابقہ دونوں امارتوں میں اتحاد کی روح پھونکنے والے، سعودی عرب کو "**مملکت سعودی عرب**"، کے نام سے موسوم کرانے والی شخصیت، مؤسس وبانی شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود۔ طیب اللہ ثراہ۔ کی اولین ترجیح رہی کہ ہمارا ملک شرک وبدعات سے پاک وصاف ہو، اس میں عقائد صحیحہ کا بول بالا ہو، اور اس کی نشر واشاعت کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے، کئی مناسبات میں شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے علی الاعلان کہا کہ: یہ حکومت کتاب وسنت اور سلف صالحین کے عقیدہ کی نشر واشاعت اور اس کی ترویج کے لیے قائم کی گئی ہے، اس حکومت کا نظام اساسی کتاب اللہ وسنت رسول ہے۔

اسی وجہ سے مملکت سعودی عرب میں نہ تو مزاروں کا وجود ہے اور نہ ہی شروک وبدعات کو ترویج دینے والے افراد، جو

بھی اس توحید پر ضرب لگانے کی کوشش کرتا ہے فوری طوری پر اس کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے اور شرک وبدعات کا قلع قمع کردیا جاتا ہے۔اس شناخت کو ان کے بعد آنے والے تمام فرماں رواؤں نے باقی رکھا اور کتاب وسنت کو اپنے نظام حکم میں اساس بنائے رکھا۔درج ذیل سطور میں مملکت سعودی عرب کے ان بعض جہود کی طرف اشارہ کیا جارہا جن کا صحیح عقیدہ کی ترویج میں بہت اہم رول رہا ہے۔

(۱)وزارتوں میں عقیدہ کی نشر واشاعت کے حوالے سے ٹھوس پلاننگ

مملکت سعودی عرب اپنی تمام وزارتوں کو خاص ہدایت کرتی ہے کہ ملک کے تمام خطہ میں صحیح عقیدہ کی ترویج کی جائے اور اس کے لیے محکم وٹھوس تخطیط وپلاننگ کی جائے ، یہاں تک کہ حکومت نے کچھ وزارتیں صحیح عقیدہ کی نشر واشاعت ہی کے لیے قائم کررکھی ہیں،مثلا: وزارة الشؤون الإسلامية والدعوة والارشاد، وهيئة الامر بالمعروف والنهى عن المنكر، ورئاسة عامه للبحوث والافتاء ورئاسه عامه فى شوون الحرمين وغیرہ،ان وزارتوں کے قیام کا مقصد ہی ہے کہ صحیح عقیدہ کو بشمول مملکت سعودی عرب اور مسلمانان عالم تک پہنچایا جائے۔

(۲) جامعات ویونیورسٹیز کے نصاب میں مادہ عقیدہ کا التزام

مملکت سعودی عرب کے تمام مدارس ومعاہد وجامعات میں مادہ عقیدہ کو خاص مقام حاصل ہے،کوئی بھی جامعہ ہو یا معہد،خواہ اس میں عصری تعلیم دی جارہی ہو یا شرعی تعلیم سارے مراحل میں مادہ عقیدہ لازمی وضروری ہوا کرتا ہے،یہاں تک کہ وہ جامعات جس میں عسکری یا ٹکنالوجی کی تعلیم دی جارہی ہو اس میں بھی قرآن کریم اور عقیدہ کی گھنٹیاں مختص ہوا کرتی ہیں،عقیدہ کے متخصص اساتذہ کرام ان کلیات میں آتے ہیں اور عقدی مسائل کی وضاحت کرتے ہیں۔

(۳)عقیدہ کی ترویج میں بجٹ مختص کرنا

سعودی حکومت اپنے خزانہ خاص سے عقیدہ کی نشر واشاعت میں اچھی خاصی رقم صرف کرتی ہے ، چاہے وہ عقدی کتابوں کی طباعت ہو، یا ائمہ ودعاۃ کی کفالت ہو، جو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل کر مسلم سماج ومعاشرہ میں صحیح عقیدہ کو راسخ کرتے ہیں اور اس کے متعلق وارد شبہات کا منہ توڑ جواب دیتے ہیں۔

(۴) دورات ومحاضرات کا انعقاد:

سعودی حکومت عقیدہ کی نشر واشاعت کے لیے دنیا کے مختلف ممالک میں بالعموم اور خصوصا مملکت سعودی عرب کے تمام خطوں میں ثقافتی ودینی پروگرام کا انعقاد کرتی ہے،اس میں اساطین علم وفن اپنے قیمتی ووقیع محاضرات پیش کرتے ہیں اور اس مختصر سے وقت میں بہت ساری باتیں مشارکین پروگرام کے سامنے آجاتی ہیں،اور صحیح عقیدہ کی دفاع کے لیے ان کو مکمل مسلح کردیا جاتا ہے،پس وہ سلف صالحین کے عقیدہ کو اپنے اندر پیوست کرلیتے ہیں اور اس پر کسی بھی قسم کا کوئی ضرب نہیں آنے دیتے ہیں۔

اخیر میں اللہ رب العالمین سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی اس حکومت کو قائم ودائم رکھے اور اس کو حاسدین کے شر وحسد سے محفوظ رکھے،تاکہ سلف صالحین کے عقیدہ کی ترویج واشاعت ہوتی رہے۔آمین یارب العالمین۔

۞۞۞

مولانا عبدالصبور عبدالنور الندوی

سعودی عرب اور نیپال کے باہمی تعلقات: ایک جائزہ

مملکت **سعودی عرب** اور نیپال کے مابین دیرینہ خوش گوار تعلقات رہے ہیں اور دونوں ملکوں نے سیاسی، ثقافتی اور تجارتی تعلقات کو پروان چڑھانے کی ہر ممکن کوششیں کی ہیں عالمی تنظیموں و اداروں میں ایک دوسرے کا سپورٹ کرتے دیکھا گیا ہے ہاں عالمی مجلسوں میں کئی بار ایسا ہوا جب نیپال کو غیر جانبدار رہنا پڑا، نہ مخالفت کی اور نہ ہی حمایت کی- اس کی ایک خاص وجہ نیپال کا اپنا محل وقوع ہے جو دنیا کے دو بڑے ملکوں چین اور بھارت کے درمیان واقع ہے- ایسے میں نیپال توازن کی پالیسی اپنا کر دونوں کو ناراض نہیں کرنا چاہتا- نیپال نے **سعودی عرب** میں رونما حملوں کی ہمیشہ مذمت کی ہے وہیں کئی مواقع پر **سعودی عرب** کے فیصلوں کا استقبال بھی کیا ہے۔

سعودی عرب کی نظر میں نیپالی عمال کی محنت اور ایمانداری قابل قدر رہی ہے اسی لیے **سعودی عرب** نیپالی لیبرس کو ترجیح دیتا ہے اور بر وقت چھ لاکھ سے زائد نیپالی **سعودی عرب** میں روزگار سے وابستہ ہیں۔ نیپال کی خواہش ہے کہ **سعودی عرب** نیپال میں انویسٹمنٹ کرے اور اس سلسلے میں دو طرفہ سفارتی کوششیں جاری ہیں۔ذیل میں دونوں ملکوں کے مابین دوستانہ تعلقات کا جائزہ لینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

سیاسی تعلقات:

نیپال اور مملکت **سعودی عرب** نے ۱۵/ مارچ ۱۹۷۷ء کو اپنے سفارتی تعلقات قائم کیے۔ ایک سال بعد نیپال نے ۱۹۷۸ء میں **سعودی عرب** میں اپنا سفارت خانہ کھول دیا۔ سفارتی تعلقات قائم ہونے کے بعد نیپال اور **سعودی عرب** ایک دوسرے کے ساتھ بہترین تعلقات نبھا رہے ہیں۔ دو طرفہ تعلقات پرامن بقائے باہمی، دوستی اور تعاون کے پانچ اصولوں کی بنیاد پر مستحکم ہوتے رہے ہیں۔ دونوں ملکوں نے اقوام متحدہ کے چارٹر اصولوں کے ساتھ اپنے وعدوں اور وفاداری کا اظہار کیا ہے اور بنی نوع انسان کے مشترکہ فائدے کے لیے اقوام متحدہ کے ساتھ ساتھ دیگر بین الاقوامی مجالس اور اسٹیج پر مل کر کام کیا ہے۔

ماضی میں نیپال نے سعودی حکومت سے متواتر درخواست کی کہ وہ نیپال میں جلد اپنا سفارت خانہ کھولے تاکہ تجارت، سرمایہ کاری اور دیگر ترقیاتی محاذوں پر تعاون کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ دوطرفہ تعلقات کو مزید مستحکم کیا جاسکے۔ بالآخر **سعودی عرب** نے ۲۰۱۲ء میں اپنا سفارت خانہ کٹھمنڈو میں کھولا جس سے نیپالی ورکرز، تجار، طلبہ اور زائرین کو راحت ملی نیز دشواریاں ختم ہوگئیں؛ ہر طرح کی خدمات سے نیپالی فیض یاب ہونے لگے؛ وہیں سفارت خانے کے قیام سے نیپالی مسلمانوں کو حج بیت اللہ کے لیے سہولتیں حاصل ہوئیں نیز سفارت خانے کے تعاون سے حجاج کے کوٹے میں قابل قدر اضافہ بھی ہوا-

دوطرفہ دورے:

نیپال سے:

☆ سابق بادشاہ گیانندر شاہ نے ۱۹۸۳ء میں شہزادہ کی حیثیت سے سرکاری دورے پر **سعودی عرب** کا دورہ کیا۔

☆ آنجہانی بادشاہ بیریندر وکرم شاہ اور آنجہانی ملکہ ایشوریہ نے بھی ۱۹۸۳ء میں **سعودی عرب** کا دورہ کیا۔

☆ سابق وزیر محنت جناب بل بہادر کے سی ۱۹۹۹ء میں **سعودی عرب** کا سرکاری دورہ کیا۔

☆ عراق میں دہشت گردوں کے ہاتھوں ۱۲/ نیپالی شہریوں کے قتل کے بعد ۲۰۰۴ء میں اس وقت کے وزیر اطلاعات و مواصلات ڈاکٹر محمد محسن کی سربراہی میں ایک اعلیٰ سطحی وفد نے **سعودی عرب** کا دورہ کیا۔ وفد میں اس وقت کے وزیر مملکت برائے امور خارجہ ڈاکٹر پرکاش شرن مہت اور اس وقت کے وزیر مملکت برائے لیبر اور ٹرانسپورٹ مینجمنٹ مسٹر ارباد ت پنت شامل تھے۔ دورے کا مقصد ملک نیپال میں مسلمانوں پر ہوئے مظالم سے نیپال کی خراب شبیہ کو میک اپ کرنا تھا۔

☆ نیپالی راجہ گیانندر شاہ کی نمائندگی کرتے ہوئے سابق ولی عہد شہزادہ پارس نے اگست ۲۰۰۵ء میں خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود کے انتقال پر ملال پر تعزیت کا اظہار کرنے کے لیے ریاض کا دورہ کیا۔

☆ دونوں ممالک کے درمیان اعلیٰ سطحی دوروں نے تعلقات کو بڑھانے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔

سعودی عرب سے:

☆ شہزادہ الولید بن طلال بن عبدالعزیز آل سعود نے نومبر ۲۰۱۰ء میں نیپال کا دورہ کیا۔

☆ سعودی اعلیٰ سطحی وفد ۲۴/ دسمبر ۲۰۱۱ء کو اپنے تین روزہ سرکاری دورے پر کٹھمنڈو پہنچا۔

ترقیاتی تعاون:

نیپال نے سعودی ترقیاتی فنڈ سے کئی ہائیڈرو الیکٹرک پروجیکٹس بشمول مارسیانگدی پروجیکٹ کے لیے قرض کی امداد حاصل کی تھی، نیپال کی ایسٹ ویسٹ ہائی وے کی تعمیر میں سعودی ترقیاتی فنڈ کی طرف سے بھی خاطر خواہ شراکت موجود تھی۔ اس وقت باگمتی ون اور ٹو آبپاشی پروجیکٹ میں بھی **سعودی عرب** کا تعاون شامل تھا۔ سعودی ترقیاتی فنڈ نے مختلف پروجیکٹ کے لیے (۵۶۵) ملین سعودی ریال بطور قرض دیے ہیں۔

اقتصادی تعاون:

دونوں ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون ۱۹۷۸ء میں شروع ہوا جب نیپال نے **سعودی عرب** کے جدہ میں اپنا قونصل خانہ کھولا۔ سعودی حکومت کی طرف سے بڑھایا گیا معاشی تعاون بنیادی طور پر کمیونٹی کی بہتری، زرعی ترقی اور ہنگامی امداد پر مرکوز رہا ہے۔

تجارت اور کاروبار:

دونوں ملکوں کے درمیان اقتصادی تعاون کا بہت بڑا امکان موجود ہے۔ تجارت اور سیاحت کے فروغ کے لیے بہت کچھ کیا جاسکتا ہے۔ **سعودی عرب** تیل اور معدنی وسائل سے مالا مال ملک ہے اور نیپال اس شعبے میں تعاون کے ممکنہ راستے تلاش کرسکتا ہے۔ نیپال اور **سعودی عرب** کے درمیان تجارت **سعودی عرب** کے حق میں رہی ہے۔

نیپال نے اب تک ۴.۶۹ ملین ڈالر کی اشیاء **سعودی عرب** کو ایکسپورٹ کی ہیں۔ اشیاء میں ہینڈ بیگ، قالین، سی ڈی کیسٹ، اور اونی شال شامل ہیں۔ جب کہ نیپال نے **سعودی عرب** سے تقریباً ۹.۱۱ ملین ڈالر کی اشیاء درآمد کیں۔ اہم درآمد شدہ اشیاء پلاسٹک، معدنی ایندھن اور تیل، ایلومینیم، فرش کورنگ ٹیکسٹائل اور تانبا تھیں۔

واضح رہے دونوں ممالک کے درمیان اب تک کوئی سرمایہ کاری نہیں ہوئی ہے۔

سیاحت:

نیپال **سعودی عرب** تعلقات کی ترقی میں سیاحت ممکنہ شعبوں میں سے ایک ہوسکتا ہے۔ موسم گرما کے دوران بیرون ملک جانے والے سعودی باشندوں کے لیے نیپال ایک سیاحتی منزل بن سکتا ہے۔ اس کے لیے نیپال اور **سعودی عرب** کے درمیان براہ راست پروازیں بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ہمالین ایئر لائنس ریاض اور دمام کے لیے ڈائرکٹ پروازیں چلا رہی ہے وہیں سعودی ایئر لائنس کو بھی نیپال کے بھیرہوا، کٹھمنڈو اور پوکھرا کے لیے راست پروازوں کا اہتمام کرنا ہوگا جس سے دونوں ممالک کی معیشت پروان چڑھے گی۔

نیپال وہ ملک ہے جہاں دنیا کی بلندترین چوٹی (ایورسٹ) واقع ہے جو سطح سمندر سے ۸۸۴۸ میٹر بلند ہے۔ نیپال میں ایورسٹ کی چڑھائی اور ٹریکنگ سب سے زیادہ پرکشش مانی جاتی ہے، ایورسٹ کا خطہ نیپال کے شمال مشرق میں واقع ایک خوبصورت دنیا ہے جس میں وسیع گلیشیر، آبشار، بلندترین پہاڑ، گہری وادیاں، خطرناک پگڈنڈیاں اور بلندی سے چلنے والی من موہنی ہوا الگ دنیا کا احساس کراتی ہے، دوسری جانب دنیا کی سب سے اونچی تیلیچو جھیل کا سفر ایک خوبصورت احساس کی عکاس ہے۔ ضلع منانگ میں واقع یہ جھیل نیپال کے بہترین ٹریکس میں سے ایک ہے۔ جھیل شاندار ہمالیائی کنڈلیوں میں برفانی عملیات سے بنتی ہے اس لیے کوہ پیمائی اور دیگر قسم کی ایڈونچر سیاحت زائرین کو راغب کرنے کے لیے اہم عوامل ہیں۔ جس کی بناء پر سعودی شہریوں کو بھی راغب کیا جاسکتا ہے۔

سعودی عرب بھی سیاحتی ویزہ کو نرم بنا کر حرمین شریفین کے علاوہ العلا، حائل، ابحا، جازان، خیبر و دیگر تاریخی مقامات کی زیارت کے لیے نیپالی سیاحوں کو راغب کرسکتا ہے۔ اس لیے کہ نیپالیوں کو گھومنے کا شوق خوب ہے۔

زراعت:

سعودی عرب مارکیٹوں کی مانگ کو پورا کرنے کے لیے مختلف ممالک سے زرعی استعمال کی اشیاء درآمد کررہا ہے۔ نامیاتی زرعی مصنوعات کی پیداوار اور برآمد نیپال-**سعودی عرب** تعلقات کی ترقی کے ممکنہ شعبوں میں سے ایک ہوسکتی ہے۔ نیپال میں نامیاتی مصنوعات کے لیے زرخیز زمین اور مناسب آب و ہوا سعودی سرمایہ کاروں کے لیے مشترکہ منصوبے کے پرکشش علاقوں میں سے ایک ہوسکتا ہے۔ اس شعبے میں ممکنہ سعودی سرمایہ کاری کو بنیادی طور پر سائنسی اور بڑے پیمانے پر پیداوار کے لیے متحرک کیا جاسکتا ہے۔

ثقافتی تعاون:

ہر سال نیپالی مسلمان بڑی تعداد میں حج بیت اللہ کے لیے جاتے ہیں۔ نیپال کی حکومت مسلم کمیونٹی کو ہر ممکن مدد فراہم کررہی ہے تاکہ نیپالی مسلمان بغیر کسی رکاوٹ کے زیارت کر سکیں۔ وہیں سعودی حکومت کی جانب سے نیپالی عازمین کو ملنے والا تعاون بھی قابل قدر ہے اور اس نے دونوں ممالک اور عوام کے درمیان موجود دوستانہ تعلقات کو مزید مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ چونکہ آنے والے سالوں میں عازمین حج کی تعداد میں اضافہ متوقع ہے، اس لیے سعودی حکام کے ساتھ ہم آہنگی میں ایک عملی نقطہ نظر ہونا چاہیے تاکہ حج کو مزید آسان بنایا جاسکے۔

سعودی عرب نے گزشتہ ۵۰ سالوں سے اپنی یونیورسٹیوں میں نیپالی مسلمان طلبہ کو اسکالر شپ پر مسلسل داخلہ دے کر مسلمانان نیپال پر عظیم احسان کیا ہے۔ اب تک ۸۰۰ سے زائد نیپالی بیچلر ماسٹر اور پی ایچ ڈی کی ڈگری لے کر نیپال لوٹے ہیں۔ جن کا نیپالی مسلمانوں کی تعلیم وتربیت میں اہم کردار رہا ہے۔ دوسری جانب سعودی اسلامک منسٹری ایک درجن سے زائد دعاۃ کی کفالت بھی کررہا ہے۔ نیپال میں مساجد مدارس کی تعمیر وترقی اور دیگر رفاہی امور میں سعودی اداروں وشخصیات کا اہم رول رہا ہے۔

جب ۲۰۱۵ء میں نیپال میں تباہ کن زلزلہ آیا اس موقع پر مملکت **سعودی عرب** نے آٹھ طیاروں کا ایک امدادی بیڑا نیپال بھیجا جس میں ۱۹۰ ٹن سے زیادہ مختلف انسانی امدادی اشیا تھیں۔

سعودی عرب اور نیپال کے مابین مشترکہ کمیٹیاں:

سعودی نیپال پارلیمانی دوستی کمیٹی:

سعودی نیپال پارلیمانی دوستی کمیٹی کا قیام سن ۲۰۲۰ء میں عمل میں آیا، اس کے معا بعد سعودی شوریٰ کونسل میں کمیٹی کے ڈپٹی چیئرمین جناب اسامہ الربیعہ نے ۵/ مارچ ۲۰۲۰ء کو وفاقی جمہوریہ نیپال کے پارلیمانی وفد کو مدعو کیا۔ نیپالی وفد کی سربراہی نیپالی پارلیمنٹ کی تجارت اور مزدور کمیٹی کے چیئرمین بمل پرساد شریواستوا نے کی۔

میٹنگ کے آغاز میں، جناب اسامہ الربیعہ نے وفاقی جمہوریہ نیپال کے پارلیمانی وفد کو خوش آمدید کہا، شوری کونسل اور نیپالی پارلیمنٹ کے درمیان پارلیمانی تعلقات کو مضبوط بنانے کی اہمیت پر زور دیا۔ بمل پرساد شریواستوا نے زور دیا کہ مملکت **سعودی عرب** اور وفاقی جمہوریہ نیپال کے مابین تعلقات مسلسل پروان چڑھ رہے ہیں، مملکت کی کوششوں کو سراہتے ہیں اور مختلف عالمی مجالس میں نیپال کی حمایت کرنے پر شکرگزار ہیں۔ مذکورہ میٹنگ میں دونوں ممالک کے مابین مشترکہ دلچسپی کے کئی امور پر تبادلہ خیال کیا گیا۔

معاہدے:

دونوں ممالک کے درمیان کئی معاہدے التوا کا شکار ہیں جس میں لیبر معاہدہ، خادمات معاہدہ قابل ذکر ہیں۔ اور اب تک کسی قسم کی پیش رفت نہیں ہوسکی ہے۔

سعودی عرب میں نیپالی کمیونٹی:

دو دہائی قبل **سعودی عرب** میں نیپالی مزدوروں کی آمد کے بعد دونوں ملکوں کے عوامی تعلقات مستحکم ہوئے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت **سعودی عرب** میں کام کرنے والے نیپالیوں کی تعداد چھ لاکھ سے زیادہ ہے۔ مختلف سماجی، جغرافیائی اور مذہبی نیز ثقافتی ماحول سے آنے کے باوجود، نیپالیوں کو سعودی عوام نے ان کے کام، وفاداری، خلوص اور دیانت کے ساتھ لگن کی وجہ سے خوش آمدید کہا ہے۔ سعودی حکومت کی جانب سے جاری ترقیاتی کاموں کے سبب **سعودی عرب** میں روزگار کے امکانات بڑھ رہے ہیں۔ تاہم، نیپالی تارکین وطن کو مناسب اور تیز قانونی تحفظ کے فقدان کی وجہ سے مختلف مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے۔

۞۞۞

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

مولانا شفیع اللہ عبدالحکیم مدنی
استاد جامعہ سراج العلوم السلفیہ، جھنڈانگر

مملکت سعودی عرب کی دینی وفلاحی خدمات

موجودہ مملکت سعودیہ عربیہ کے مؤسس ومعمار شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سلطنت کو خالص اسلام کی بنیاد پر قائم فرمایا اور شریعتِ اسلامیہ کو اپنا دستور بنایا تھا، اس طرح اپنے قیام کے دور سے لے کر آج تک یہ حکومت اسی دستور پر قائم ودائم ہے۔

جس وقت یہ خاندان نجد کی صرف ایک ریاست ''درعیہ'' پر حکمراں تھا، اس وقت بھی یہ دینداری اوراحکام اسلام کی پابندی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا، لیکن جب قادر مطلق نے اس کے حدود ریاست کو وسعت بخشی اور دنیاوی مال ودولت سے نوازا تو پھر کیا کہنا، اس خاندان نے نہ صرف سعودیہ عربیہ کی ترقی وخوشحالی کا کام کیا بلکہ حکومت کو''لا إلـه إلا الـلـه محمدرسول الله'' کی مضبوط ومستحکم بنیاد پر استوار کر کے اسے امن وامان کا گہوارہ بنادیا، اہل وطن اوراہل اسلام کی راحت رسانی، ازالۂ پریشانی، حرمین شریفین کی تعمیر وتوسیع، حجاج کرام کے لیے سہولیات، علم اوراہل علم کی قدر ومنزلت، کتاب وسنت کی نشرواشاعت، مساجد ومدارس کا قیام اور قدیم ونایاب کتابوں کی طباعت اورمفت تقسیم اس خاندان کا ایسا بے نظیر کارنامہ ہے جس کی تعریف وتحسین اپنے اور پرائے سبھی کرتے ہیں۔

سعودی عرب کے حکمرانوں نے امت مسلمہ کے لیے جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے، دنیا بھر میں جہاں کہیں اور کبھی امت پر سخت وکٹھن وقت آیا سعودی عرب سب سے پہلے وہاں اعانت اور مدد کے لیے پہنچا، بلکہ اگر عادلانہ موازنہ کیا جائے تو امت مسلمہ کے لیے پیش کردہ دیگر اسلامی ممالک کی خدمات سعودی عرب کی خدمات کا عُشرِ عَشیر بھی نہیں ہے، چاہے فکری ونظریاتی میدان ہو یا معاشی بحران ہو، ہر میدان میں سعودیہ عربیہ مسلمانوں کی مدد کے لیے پیش پیش رہا ہے۔

دنیا بھر کے مسلمان سعودی عرب اور خادمان حرمین شریفین سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں، سعودی عرب کی ترقی وخوشحالی کو اپنی ترقی وخوشحالی سمجھتے ہیں۔

آل سعود کی حکومت میں توحید کا علم بلند ہوا، خرافات وبدعات کا خاتمہ ہوا اور شرک کا کھلے عام بطلان کیا گیا، مملکت سعودیہ عربیہ میں حدود اللہ کا نفاذ ہے، جہاں پر قاتل کو قصاص میں قتل کیا جاتا ہے اور چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں، زانی، زانیہ کو کوڑے لگائے جاتے ہیں اور سنگسار کیا جاتا ہے، اس نظام عدل میں چھوٹے بڑے اور امیر وغریب کی تفریق نہیں رکھی جاتی، بلکہ شرعی حدود کے نفاذ کا اسلام جس طرح سے مطالبہ کرتا ہے اسی طرح سے حدیں قائم کی جاتی ہیں، کسی اور اسلامی ملک میں اس کی مثال نہیں ملتی، حدود اللہ کے نفاذ کی وجہ سے آج سعودیہ عربیہ امن وسلامتی کا گہوارہ بنا ہوا ہے، وہاں پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

حکومت سعودی عربیہ نے اسلام کی دعوت کو عام کرنے کی غرض سے اہم ذریعہ مساجد کو بنایا ہے، سعودی حکومت اور پرائیویٹ اداروں کی طرف سے پوری دنیا میں بے شمار مساجد تعمیر کی گئی اوران میں علماء ومدرسین کا تقرر کیا گیا، کیونکہ مساجد اسلام کا محور اورمرکز ہوتی

ہیں، مسجد امت مسلمہ کے لیے وہ مدرسہ اور یونیورسٹی ہوتا ہے جہاں سے مسلمان طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں اور انہی مساجد کے ذریعہ سے لوگوں کے عقائد واعمال درست ہوتے ہیں، مساجد ہی اسلامی تعلیمات کو پھیلانے اور عام کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں، دعوت دین اور صحیح اسلامی عقیدہ کی اشاعت ہر مسلمان پر فرض ہے، انسانوں کی اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے سعودی حکومت نے مستقل طور پر مختلف ممالک کے مراکز اسلامی اور مساجد میں دعوت دین کا کام کرنے اور تعلیم دینے کے لیے دعاۃ کو مبعوث کیا، جن کی تعداد کئی ہزار ہے، ان کی سرپرستی سعودی حکومت اور سعودی خیراتی ادارے کرتے ہیں، یہ مبلغین ومعلمین، خالص توحید اور قرآن وسنت کی روشنی میں صحیح عقیدہ کی دعوت دیتے ہیں۔ علوم قرآنی اور علوم حدیث ہی کو بنیاد بناتے ہیں، جس کی وجہ سے بڑی تعداد میں لوگ اپنے عقائد کی اصلاح اور لوگ ان کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں، یہ مبلغین اور معلمین اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کے ساتھ ساتھ عربی زبان کو عام کرنے پر بھی توجہ دیتے ہیں۔

سعودی حکومت جہاں بھی کسی صورت میں بھی عام انسانوں یا مسلمانوں کو مصائب وآلام میں مبتلا پاتی ہے، تو وہ ان کی مدد کے لیے وہاں پہنچ جاتی ہے، یہ عمل کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے کہ سعودی حکومت باہمی ہمدردی، شفقت ومحبت اور دوستی کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مظلوم انسانوں کی مدد کرتی ہے اس مقصد کے لیے غذائی، طبی اور مالی اعانت جاری رکھتی ہے، دنیا میں جہاں بھی اور جب بھی طوفانوں، زلزلوں، بارشوں اور سیلابوں کی وجہ سے نقصان ہوا سعودی حکومت فوری طور پر ان نقصانات کا ازالہ کرتی نظر آتی ہے۔

سعودی عرب کی سب سے نمایاں اور عظیم الشان خدمت حرمین شریفین کی دیکھ ریکھ ہے، ان کی نگہبانی، توسیع، طہارت ونظافت اور ضیوف الرحمٰن کی خدمت میں شب وروز کوشاں رہتے ہیں، حرمین شریفین کی زیارت کرنے والے حجاج کرام اور معتمرین جو دنیا کے کونے کونے سے حاضر ہوتے ہیں جب وہ ان مقدس اور متبرک شہروں میں قدم رکھتے ہیں، اور حرم کی توسیع اور اس کی خوبصورتی کو دیکھتے ہیں تو بے اختیار آل سعود یعنی خادمان حرمین شریفین کی مدح وستائش پر مجبور وبے بس ہوجاتے ہیں کہ انھوں نے محنت، لگن اور محبت سے کس طرح ان کو خوبصورت اور جاذب نظر بنانے کی سعی پیہم کی ہے جو کسی ملک کے بس کی بات نہیں ہے۔

آج یہ عمارت اپنے وسیع رقبے، خوبصورت ڈیزائن اور مناسب سہولتوں کے سبب زیارت کرنے والوں کو متاثر کرتی ہے۔

خادم حرمین شریفین نے ان دونوں مقامات کی زیارت کرنے والوں کے لیے بنیادی سہولتیں اور ان کے مکمل تحفظ کا خیال رکھا ہے تاکہ ضیوف الرحمٰن، حجاج کرام اور معتمرین کو کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ ہو بلکہ حجاج کرام مناسک حج ادا کرنے کے لیے جن مقامات مثلاً منیٰ، عرفات اور مزدلفہ جاتے ہیں وہاں بھی ان کا مکمل خیال رکھا جاتا اور ہر ممکن سہولت فراہم کی جاتی ہے۔

سعودی فرماں روا حرمین شریفین کی کشادہ دلی کے ساتھ خدمت کرکے بجا طور پر **"خادم الحرمین الشریفین"** کہلانے کے حقدار ہیں اس پر انھیں فخر ہے اور ہونا بھی چاہیے۔

شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی اور سیدھا راستہ ہے جو کہ ہدایت ربانی ہے، اسی وجہ سے سعودی حکومت نے قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کرنے کا خاص اہتمام کیا ہے، خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی طباعت اور تقسیم کے لیے **"شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس"**، مدینہ طیبہ میں قائم کرکے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے، یہ دنیا کا بہت بڑے پرنٹنگ کمپلیکس میں شمار ہوتا ہے، یہ ایک عظیم اسلامی محل ہے اور مدینہ منورہ کی تمدنی ترقی کا عظیم شاہکار ہے۔

بلاشبہ یہ کمپلیکس ایک منفرد ادارہ ہے اور وسیع وعریض اسلامی دنیا کی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

آپ نے ۱۶ر محرم ۱۴۰۳ھ بمطابق ۲ر نومبر ۱۹۸۲ء کو اس منصوبے کا سنگ بنیاد رکھا، اس کمپلیکس کا رقبہ ۲۵۰۰۰۰ر مربع میٹر تبوک کے روڈ پر واقع ہے، اور یہ کمپلیکس فن تعمیر کا ایک دلکش اور خوبصورت نمونہ ہے۔

اغراض ومقاصد:

☆ قرآن کریم کو صحیح رسم الخط اور درست حرکات و اعراب کے ساتھ شائع کرنا۔

☆ قرآن مجید کے معانی وتراجم کو مختلف زبانوں میں شائع کرنا تاکہ تمام مسلمانوں کی ضروریات پوری ہوں۔

☆ قرآن مجید کو بہترین قراء کرام کی آواز میں ریکارڈ کرنا۔

☆ سنت اور سیرت نبویہ کی خدمت وتحقیق کے سلسلے میں مخطوطات اشیاء، دستاویزات اور کتابوں کی حفاظت، نیز اس سے متعلق مضامین ومقالات تیار کرنا۔

☆ قرآن کریم کی خصوصی اشاعت کے ذریعے حرمین شریفین سمیت دیگر مساجد اور عالم اسلام کی ضروریات کو پورا کرنا۔

☆ قرآن مجید اور دیگر مطبوعات کی طباعت میں پوری تحقیق وتدقیق کی جاتی ہے اور طباعت الیکٹرانک آلات کی مدد سے کی جاتی ہے، پھر جلد بندی ہوتی ہے، شاہ فہد رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کو گھر گھر پہنچانے اور اس کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے دنیا کی مختلف ۴۰ر زندہ زبانوں میں اس کے ترجمے وتفاسیر اور اس کی توضیح اور تقسیم کرنے کا جو عظیم کارنامہ انجام دیا ہے، وہ قیامت تک یاد رکھا جائے گا اور ان کے حسنات کے میزان میں بہت بڑا صدقۂ جاریہ ہوگا، ان شاءاللہ۔

۱۴۱۰ھ تک کمپلیکس نے ۵ر کروڑ نسخے شائع کیے تھے ۱۴۱۵ میں یہ تعداد ۹ر کروڑ ۷۰ر لاکھ تک پہنچ چکی تھی، اب تک قرآن مجید کے ۸ر کروڑ نسخے عالم اسلام کے گوشے گوشے میں تقسیم کیے جا چکے ہیں، ان نسخوں سے استفادہ کرنے والے ممالک کی تعداد ۸۰ر ہے، آغاز سے لے کر اب تک یہ کمپلیکس مختلف انواع وجسامت کے ۱۵ر کروڑ سے زائد نسخے ممکن حد تک صحت، مضبوطی اور تحقیق کے ساتھ شائع کر چکا ہے، اس کمپلیکس میں ۱۸۰۰ر سے زائد افراد کام کرتے ہیں۔

"مجمع خادم الحرمين الشريفين الملك سلمان بن عبدالعزيز آل سعود للحديث النبوي"

کچھ سال قبل سعودی فرماں روا شاہ سلمان بن عبدالعزیز آل سعود رحفظہ اللہ نے اپنے ایک حکومتی فرمان کے ذریعہ خدمت حدیث کے لیے ایک مستقل مذکورہ بالا کمپلیکس قائم کرنے کا حکم جاری کیا تھا، جس کی علمی کمیٹی دنیا بھر سے علماء حدیث پر مشتمل ہوگی اور اس کے رئیس سعودی "هيئة كبار العلماء" کے رکن اور امام مجدد الدعوۃ الشیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے خاندان کے چشم وچراغ شیخ محمد بن حسن رحفظہ اللہ ہوں گے، قرآن کمپلیکس کی طرح حدیث کمپلیکس کے لیے بھی "مدینۃ الرسول" کو منتخب کیا گیا ہے۔

خدمت حدیث کے لیے شاہ سلمان بن عبدالعزیز کا یہ عالم اسلام میں سب سے بڑا منصوبہ اشاعت حدیث کا بہت بڑا ذریعہ اور منکرین حدیث کا دندان شکن جواب بھی ہوگا۔

مسجد نبوی کے قریب اس کا مکتبہ علمی ہے اس وقت اس میں مختلف علمی مشاریع جاری ہے، قریب میں ہی "موسوعة الأحاديث الثابتة"، جمع وتخریج کا وسیع کام مکمل ہو چکا ہے، پچاس کے قریب باحثین نے سینئر اساتذہ حدیث کے زیرنگرانی اس پر کام مکمل کیا ہے۔

آل سعود کی حقیقی کامیابی یہ ہے کہ انھوں نے اسلام کو بطور دین اپنایا ہوا ہے اور قرآن وسنت کو اپنا دستور بنائے

رکھا ہے اور وہ علم جو کلمۂ طیبہ سے مزین ہے، اس کو کبھی بھی سرنگوں نہیں ہونے دیا، اس لیے حکومت کو کبھی بھی عوام کے سامنے شرمسار نہیں ہونا پڑا۔

بعض فلاحی ورفاھی ادارے:

رابطة عالم اسلامی:۔ اس کی بنیاد ۱۳۸۱ھ بمطابق ۱۹۶۲ء میں پہلی کانفرنس کے بعد مکہ مکرمہ میں رکھی گئی، یہ ایک خالص اسلامی تنظیم ہے جس کا کسی بھی حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ ایک خودمختار ادارہ ہے جس کا مقصد عالم اسلام میں کام کرنے والی قوموں کو اکٹھا کرکے ان نظریات کا مقابلہ کرنا ہے جو اسلامی عقیدہ اور مسلم ممالک کی خدمت میں مصروف عمل ہیں، یہ تنظیم کسی ملک کے داخلی معاملات میں دخل نہیں دیتی۔

مدینہ طیبہ میں خیراتی تنظیمیں:

"جمعية البر" سعودی مملکت میں اپنی طرز کی پہلی تنظیم ہے، جو مدینہ طیبہ میں ہے اس کا آغاز ۱۳۷۹ھ میں ہوا، اس سے محتاج، تنگ دست، یتیم، بیواؤں بے سہارا لوگوں اور حوادث وآفات کے مارے لوگوں کی مدد کی جاتی ہے۔

عورتوں کے خیراتی ادارے:

رفاہی اداروں کا قیام صرف مردوں ہی پر موقوف نہیں بلکہ عورتوں کے لیے بھی ایسی تنظیمیں تیار کی ہیں، جن کے اغراض ومقاصد بھی ان سے ملتے جلتے ہیں، مدینہ طیبہ میں اس جمعیت کا نام "جمعية طيبه خيرية نسائية" ہے، اس کی تاسیس ۱۰رصفر ۱۳۹۴ھ میں عمل میں آئی۔

خیراتی اداروں کے مقاصد درج ذیل ھیں:

☆ دودھ پینے کی عمر سے لے کر اسکول میں داخلے تک بچوں کے لیے پرورش سنٹر کا قیام۔

☆ خاندان کی شفقت اور سہارے سے محروم بچوں کے لیے متبادل خاندان کا انتظام۔

☆ یتیم بچوں کی نگہداشت

☆ عاجز اور معذور لوگوں کی نگہداشت

☆ بوڑھوں کی نگہداشت

☆ محتاج خاندانوں کے ساتھ سامان اور نقدی کی صورت میں تعاون

ان کے علاوہ ثقافتی منصوبے بھی ہیں مثلاً:

☆ جہالت اور ناخواندگی سے خاتمے کے لیے کلاسوں کا اجراء

☆ مختلف زبانوں کی تعلیم کے لیے کلاس کا اجراء

☆ عورتوں میں کتابت کی نشرواشاعت کے سلسلے میں کتب خانوں کا اہتمام

صحت کے سلسلے میں مفید مقاصد:

☆ علاج کی سہولیات کی فراہمی کے لیے ڈسپنسریوں کا قیام

☆ سینے کی بیماریوں یعنی ٹی.وی. وغیرہ کے مریضوں کی نگہداشت اور ان کے تعاون

☆ معذور اور عاجز حضرات کی نگہداشت اور ان سے تعاون

خواتین کے لیے پیشہ وارانہ امور کی ٹریننگ کے سلسلے میں اغراض ومقاصد یہ ہیں:

☆ سلائی کڑھائی، کھانوں کی تیاری اور دوسرے فنی امور کی تعلیم وغیرہ

اللہ تعالیٰ اس دیندار اور حق پسند حکومت کو دن دونی رات چوگنی استحکام وفروغ عطا فرمائے، آل سعود کے حکمرانوں کو اسلام اور مسلمانوں کی مزید خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے، اور انھیں ہر فتنہ وشر سے مامون ومحفوظ رکھے۔ ۞۞۞

مولانا پرویز عالم محمد یعقوب مدنی
استاد جامعہ سراج العلوم السلفیہ، جھنڈانگر

مملکت سعودی عرب اور رفاہی خدمات

سعودی عرب کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، جن میں سب سے بڑی نعمت اسلام ہے، اسلام کا پیغام اسی سرزمین سے پوری دنیا میں پھیلا اور آج بھی سعودی عرب کو تنہا یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے نفاذ شریعت کو اپنا اولین مقصد قرار دے رکھا ہے، یہ دنیا کا واحد ملک ہے جس کے نظام اساسی میں یہ بات بہت ہی واضح اور غیر مبہم الفاظ میں کہی گئی ہے کہ مملکت کا دستور قرآن وحدیث ہوگا، اسٹیٹ کا نظم ونسق شریعت کے تابع ہوگا، قرآن وسنت کو ہی قوانین کے اصل منبع کی حیثیت حاصل ہوگی اور قضاء کے نظام کو اپنی تمام تر وسعت ومعنویت کے ساتھ رائج کیا جائے گا۔

سابق خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز نے یکم مارچ ۱۹۹۲ء کو قوم کے نام اپنے تاریخی خطاب میں کہا تھا:

''چونکہ یہ ریاست اسلامی افکار ونظریات اور شریعت کی اساس پر وجود میں آئی تھی' اس لیے یہ جدید سیاسی تاریخ میں بھی فرماں روائی اور نظم ونسق کا ایک امتیازی ماڈل قرار پائی، یکے بعد دیگرے مملکت کی عنان اقتدار سنبھالنے والے تمام فرماں رواؤں نے شریعت اسلامی کو حرز جان بنائے رکھا، اس اسلامی طریق حکمرانی پر بے لچک اور مسلسل ایمان وایقان کا انحصار درج ذیل تین حقائق پر ہے۔''

(۱) اسلامی قوانین اٹل ہیں، ان میں کسی طرح کی ترمیم وتبدیلی ممکن نہیں۔

(۲) ان پر سختی کے ساتھ عمل لازمی ہے، ان سے مفر کی کوئی گنجائش نہیں۔

(۳) اس ریاست کے فرماں رواؤں کی اسلام کے ساتھ وفاداری ناقابل تنسیخ ہے، یہ ہرطرح کے حالات میں برقرار رہتی ہے۔

زیر نظر تحریر میں حتی المقدور کوشش کی گئی ہے کہ قارئین کے سامنے سعودی عرب کے ذریعہ انجام دیے جانے والے فلاحی ورفاہی اور تعلیمی کاموں کا ایک سرسری جائزہ پیش کردیا جائے۔

سعودی عرب کو اللہ رب العالمین نے تیل اور معدنیات کی دولت فراواں سے نوازا ہے، ساتھ ہی اسے دوراندیش، بالغ نظر اور خداترس فرماں رواؤں کی قیادت نصیب فرمائی ہے، جنھوں نے اس مملکت خداداد کو تعمیر وترقی کی شاہ راہ پر گامزن کررکھا ہے، دولت تو بہت سے دوسرے ملکوں کے پاس ہے اور ان کی ترقیاتی پیش رفت بھی خاصی قابل ذکر رہی ہے، لیکن یہ کوئی اہم چیز نہیں ہے، اہم بلکہ اہم ترین چیز یہ ہے کہ سعودی عرب اپنی دولت اور اپنے مالی وسائل کے ایک بڑے حصے کو عالم اسلام اور دنیا کے مظلوم ومقہور مسلمانوں کی فلاح وصلاح پر خرچ کررہا ہے، فلسطین ہو یا صومالیہ یا پھر بوسنیا، ہرزیگوونیا ہو، وہ ان قدرتی وسائل کے ایک بڑے حصے کو عالم اسلام اور دنیا کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی فلاح کے کام میں صرف کرتا ہے، اس کی فکرمندیوں اور مالی واخلاقی امداد کا دائرہ ان سب کو محیط ہے، سابق اور موجود تمام شاہان مملکت

سعودی عرب نے ان ملکوں اور دیگر بہت سے ممالک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اپنے مظلوم ومجبور بھائیوں کی امداد وحمایت اور اسلام کی خدمت کے لیے جو کچھ کیا ہے اس کا بڑے پیمانہ پر اعتراف کیا گیا ہے، اور یہی وہ چیز ہے جو مملکت سعودی عرب کو دیگر ممالک میں ایک ممتاز مقام عطا کرتی ہے۔

اسلامی اتحاد:

اسلامی اتحاد، سعودی پالیسی کے اہم ترین ستونوں میں سے ایک ہے، سعودی حکمرانوں نے اسلامی اتحاد کے مشن کو مضبوط کرنے میں نمایاں جدوجہد کی ہے، جس کا اظہار ’’اسلامی چوٹی کانفرنس‘‘، ’’تنظیم اسلامی کانفرنس‘‘، ’’رابطہ عالم اسلامی‘‘ اور دوسرے اسلامی اداروں کے حوالے سے ہو چکا ہے، اور موجودہ وقت میں **’’مسلم دفاعی فوجی اتحاد‘‘** اس کی نمایاں مثال ہے۔

سعودی عرب اور دعوت:

سعودی عرب کے دستور میں مختلف جگہوں پر دعوت اسلامی کی اہمیت پر زور دیا گیا اور اس کو حکومت اور عوام کے فرائض میں شمار کیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ تعلیم وتربیت، ذرائع ابلاغ اور دیگر اہم شعبہ جات سے متعلق پالیسی سازی کے وقت دعوت اسلامی کی اہمیت اور اس کے تقاضوں کو خاص طور پر پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

دعوت اسلامی کے اس مقدس فریضے کی ادائیگی کے علاوہ سعودی عرب میں متعدد سرکاری وعوامی ادارے اور تنظیمیں بھی سرگرم عمل ہیں، جن میں سے ایک شاہ فہد کمپلیکس برائے طباعت قرآن شریف ہے، یہ قرآن کریم، اس کے تراجم وتفاسیر اور علوم قرآن کی خدمت اور ترویج واشاعت کے لیے قائم کیا جانے والا دنیا کا سب سے بڑا قرآنی اکیڈمک ادارہ ہے، اس کے ذریعہ اب تک قرآن کریم کے کئی کروڑ نسخے دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیے جا چکے ہیں، گذشتہ چند سالوں سے فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے آنے والے ہر مرد وعورت کو بھی قرآن کریم کا کم از کم ایک نسخہ بطور ہدیہ پیش کیا جا رہا ہے۔

دعوت اسلام اور مسلمانوں کی منظم اور موثر طور پر خدمت کے لیے سعودی حکومت نے ایک مستقل وزارت ’’وزارت برائے اسلامی امور واوقاف ودعوت وارشاد‘‘ قائم کر رکھی ہے، جس کے تحت متعدد ادارے اور مراکز قائم ہیں جو اپنے اپنے میدانوں میں اسلام کی دعوت کے کام میں سرگرم عمل ہیں، ان مراکز کا مقصد مسلم تنظیموں، اداروں اور مدارس کے توسط سے عام مسلمانوں کی دینی رہنمائی اور ان کی ہر ممکن خدمت کرنا ہے۔

ابھی حال ہی میں مملکتِ سعودی عرب کے فرماں روا شاہ سلمان بن عبدالعزیز آل سعود نے ۱۷؍اکتوبر ۲۰۱۷ء بروز منگل اپنے ایک شاہی فرمان کے ذریعہ حدیث اور متعلقات حدیث پر بحث وتحقیق اور اس کی نشر واشاعت کے لیے ایک مؤقر ادارہ بنام **’’مجمع خادم الحرمین الشریفین الملک سلمان بن عبدالعزیز آل سعود للحدیث النبوی الشریف‘‘** کے قیام کا اعلان کیا ہے، مذکورہ اعلان کے مطابق یہ ادارہ مدینہ طیبہ کی مقدس سرزمین ہی پر قائم کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔ اس کے ساتھ ہی سعودی عرب کی طرف سے لاکھوں کتابیں اور کتابچے اور کیسٹ دنیا کے مختلف حصوں میں تقسیم کیے جاتے رہے ہیں۔

سعودی عرب نے اپنے خرچ پر دنیا کے مختلف حصوں میں بے شمار تعلیمی اور اسلامی ادارے قائم کیے جن سے لاکھوں مسلمان طلبہ وطالبات فیض یاب ہو کر آج اپنے اپنے ملکوں میں اسلامی دعوت وتعلیم کے کام میں مصروف ہیں، اس کے علاوہ حکومت نے اپنے ملک کے مختلف اداروں اور یونیورسٹیوں میں دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے اپنے خرچ پر تعلیم کے مواقع فراہم

کیے، بلکہ چندسالوں سے تو ایک مستقل یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کو پورے طور پر باہر کے مسلمانوں کے لیے خاص کردیا ہے، اب تک سعودی یونیورسٹیوں سے دوسرے مسلم ملکوں یا مسلم اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے تقریباً تیس ہزار افراد فارغ التحصیل ہوکر اپنے اپنے علاقوں میں اسلام کی نشر واشاعت کے کام میں مصروف ہیں۔

مؤتمر عالم اسلام کی میزبانی اور اس کے ذیلی اداروں کی مالی اوراخلاقی امداد واعانت کا شرف بھی سعودی عرب کو حاصل ہے، حقیقت یہ ہے کہ ترقیاتی امداد دینے والے ممالک میں سعودی عرب سرفہرست ہے۔

سعودی حکومت کی جانب سے غیر ممالک میں مساجد:

سعودی عرب نے دنیا بھر میں مساجد کی تعمیر وتوسیع اوران کی بقا کے لیے جس فیاضی اور فراخ دلی کے ساتھ اپنے خزانوں کے منھ کھول رکھے ہیں اس کو جان کر ہم دنگ رہ جاتے ہیں، اس وقت دنیا میں تقریباً دوسو سے زائد ممالک پائے جاتے ہیں، اوران دوسو ملکوں میں سے شاید ہی کوئی ایک ملک ایسا ہو جہاں کسی مسجد کی تعمیر میں حصہ لے کر سعودی عرب نے اپنی فیاضی اوراسلام اورمسلمانوں کی خدمت سے اپنی غیر معمولی دلچسپی کا ثبوت نہ دیا ہو۔ یہاں ہم سعودی عرب کے خرچ یا اس کے مالی تعاون سے تعمیر کی گئی بعض مساجد کا مختصر ذکر کررہے ہیں:۔

پاکستان (اسلام آباد)

شاہ فیصل مسجد:

یہ عالیشان مسجد سعودی عرب کے خرچ پر پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں تعمیر کی گئی، یہ مسجد فن تعمیر کا ایک شاہکار ہے۔ ۱۹۷۸ء میں مسجد سے متصل ایک اسلامی یونیورسٹی اوراسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی تعمیر شروع کی گئی، ان دونوں اداروں کا افتتاح ۱۹۸۷ء میں عمل میں آیا، اس پروجیکٹ پر ۱۳۰ر کروڑ ریال صرف ہوئے۔

اسپین (مڈرڈ) کی عظیم مسجد:

یہ اسلامی مرکز چھ منزلہ ہے، جن میں سے تین منزلیں زیر زمین ہیں، مرکز کی عمارتوں میں ایک وسیع کانفرنس ہال، ایک لائبریری، اسپینی مسلمانوں کے بچوں کی دینی تعلیم کے لیے ایک مدرسہ، اورحلال گوشت کی ایک دوکان شامل ہے۔

شارجہ کی شاہ فیصل مسجد:

یہ مسجد متحدہ عرب امارات کے شہر شارجہ میں تعمیر کی گئی، اس کا رقبہ ۱۷ر ہزار مربع میٹر ہے، اس میں دس ہزار نمازیوں کے لیے گنجائش ہے، آٹھ درس گاہیں، ایک وسیع کانفرنس روم اورایک بڑی لائبریری بھی تعمیر کی گئی ہے، لائبریری کا رقبہ ۱۵سو مربع میٹر ہے۔

فرانس میں مسجد وتعلیمی سینٹر:

فرانس کے ایفری شہر کا یہ اسلامی سینٹر سعودی عرب کے مالی تعاون سے تعمیر ہوا، اس میں ایک مسجد، ایک مدرسہ، ایک لائبریری، ایک کانفرنس ہال، ایک چلڈرن پارک، ایک مذبح، ایک ریسٹورنٹ، امام کی رہائش گاہ اورانتظامی دفاتر قائم ہیں۔

ان کے علاوہ سعودی تعاون سے تعمیر کی گئی بعض مساجد یہ ہیں:

دبئی کی (خورفکان) مسجد، تائیوان کی مسجد، شاہ فیصل مسجد چاڈ، کینیا کی شاہ فیصل مسجد، مسجد بانگول، کامرون کی دو مساجد، روم کی عالیشان مسجد، مالی کی پاما کو مسجد، مسجد اتحاد اسلامی مگدیشو، گابون کی چار مساجد، ان کے علاوہ مزید کئی مساجد جن کی فہرست بہت طویل ہے۔

سعودی عرب میں طبی سہولیات:

حفظان صحت اور طبی خدمات وسہولیات کی ترقی سعودی عرب کی نشأۃ جدیدہ کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک ہے، اس میدان میں سعودی عرب دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے شانہ بشانہ کھڑا ہے اور ممتاز طبی شہرت رکھتا ہے، آج ملک کے خصوصی اسپتالوں میں دل اور گردہ کی پیوند کاری سمیت مشکل سے مشکل آپریشن ماہر سعودی ڈاکٹروں کے ہاتھوں کامیابی کے ساتھ کیے جاتے ہیں۔ جابجا اسپتالوں، کلینک، نرسنگ ہوم اور ہیلتھ سینٹر پھیلے ہوئے ہیں، جن میں جدید ترین طبی آلات اور باصلاحیت اطباء کی خدمات مہیا ہیں اور جو اعلی ترین معیار کے مطابق شہریوں اور غیر ملکیوں کو مفت خدمات پیش کرتے ہیں۔

وزارت صحت کا کردار:

وزارت صحت کے ماتحت ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہیلتھ سینٹر اور اسپتال، مفت علاج اور آپریشن کے علاوہ صحت عامہ کے تئیں عوامی شعور کی بیداری، ماں اور بچوں کی نگرانی، صحت بخش غذا، ٹیکے اور متعدد امراض سے بچاؤ وغیرہ کی خدمات انجام دیتے ہیں۔ حجاج کرام کو طبی سہولیات بہم پہنچانے میں بھی وزارت صحت نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔

وزارت صحت کے زیر نگرانی چلنے والے پرائیویٹ سیکٹر کے اسپتالوں اور طبی مراکز کو حکومت کی طرف سے خطیر مالی امداد دی جاتی ہے، اس لیے ان میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

سعودی عرب اور تعلیم:

سعودی عرب کی تعلیمی ترقی سے متعلق تفصیلی اعداد وشمار پر ایک سنجیدہ نگاہ ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملک نے پرائمری سطح کی تعلیم سے لے کر اعلی تعلیم، ٹیکنیکل و پیشہ ورانہ تعلیم وتربیت، تعلیم بالغاں، تعلیم نسواں اور ناخواندگی وجہالت دور کرنے کے میدانوں میں ہمہ گیر اور عظیم الشان ترقی کی ہے۔

اس وقت ملک کے کئی ہزار پرائمری، مڈل اور سکنڈری اسکولز، کالجز اور پیشہ ورانہ تعلیم کے تربیتی مراکز میں ۵۰/لاکھ سے زیادہ طلبہ وطالبات تعلیم حاصل کررہے ہیں، سعودی یونیورسٹیاں دنیا کی انتہائی ترقی یافتہ یونیورسٹیوں میں شمار کی جاتی ہیں، ملحوظ رہے کہ شاہ عبدالعزیز کے ہاتھوں سعودی عرب کی تاسیس سے قبل ملک میں مروجہ نصابی تعلیم کا کوئی وجود نہیں تھا۔

ٹیکنیکل اور پیشہ ورانہ تعلیم وتربیت:

ہر شہری کو خوشحال اور آسودہ زندگی مہیا کرنے کے لیے حکومت نے ٹیکنیکل تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت کے اداروں کے قیام پر خاص توجہ مرکوز رکھی ہے، ٹیکنیکل تعلیم تین مرکزی شعبوں پر مشتمل ہے۔

(۱) صنعتی ٹیکنیکل تعلیم (۲) زراعتی ٹیکنیکل تعلیم (۳) تجارتی ٹیکنیکل تعلیم

سعودی عرب کی امتیازی خصوصیات:

سعودی عرب کو عالم اسلام میں ایک ممتاز اور نمایاں مقام حاصل ہے، اس کا یہ امتیاز کئی اعتبارات سے ہے، جماعت کے معتبر ومعروف عالم دین مولانا حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ نے اس کی چند امتیازی خصوصیات گنوائی ہیں، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱) اس پر ایک ایسا خاندان حکمرانی کررہا ہے جو دین ودنیا کا جامع ہے، دنیوی دولت وثروت سے بھی اللہ نے اس کو نوازا ہے، تاہم دین کے ساتھ اس کی وابستگی نے اسے یکسر بے لگام نہیں ہونے دیا۔

(۲) اس حکمراں شاہی خاندان نے اپنی بے پناہ خداداد دولت کو صرف اپنی ذاتی آسائشوں اور عیش وعشرت کے لیے

خاص نہیں کیا، بلکہ بیشتر حصہ عوام کی فلاح و بہبود پر صرف کیا ہے۔

(۳) اس ملک میں ہر چیز فری ڈیوٹی اور فری ٹیکس ہے، تمام شہری وتمدنی سہولتیں حکومت عوام کو مفت مہیا کرتی ہے۔

(۴) یہ ملک کرپشن (رشوت بددیانتی وغیرہ) ملاوٹ اوراس قسم کی دیگر قباحتوں سے بہت حد تک پاک ہے، کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کا کوئی تصور نہیں۔

(۵) امن عامہ کے لحاظ سے بھی یہ ملک ایک مثالی ملک ہے، جہاں چوری کا خدشہ ہے نہ ڈاکہ زنی کا، اس میں جہاں قانون کی حکمرانی میں پولیس اور انتظامیہ کی مستعدی اور چوکسی کا دخل ہے، وہیں اسلامی حدود کے نفاذ کی برکت بھی شامل ہے۔

(۶) اس میں مخلوط تعلیم کا تصور نہیں بلکہ لڑکیوں کے لیے اعلیٰ تعلیم کی تمام سہولتیں موجود ہیں، لیکن حجاب کی مکمل پابندی کے ساتھ، پردے کا اتنا اہتمام ہے کہ طالبات کو اگر کہیں سڑک پار کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اس کے لیے ایسا پل تعمیر کردیا گیا ہے جو بالکل بند ہے۔

(۷) دینی تعلیم کا خصوصی طور پر نہایت وسیع انتظام ہے، جہاں پوری دنیا کے طلبہ آتے ہیں، یہاں سے فراغت کے بعد اپنے ملکوں میں اسلامی تعلیم وتربیت کے فروغ اورنشرواشاعت کا کام کررہے ہیں۔

(۸) حجاج کرام کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں بہم پہنچانے کے لیے بھی سعودی حکومت مختلف منصوبوں پر پورے سال کام کرتی رہتی ہے اوران پر بے پناہ رقم صرف کرتی ہے۔

(۹) عالم اسلام میں جہاں غربت ہے یا ایسے غیر مسلم ممالک جہاں مسلمان اقلیت کے طور پر آباد ہیں اور وہاں وہ اکثریت کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، سعودی حکومت ان کی بھی امداد کا حتی الامکان اہتمام کرتی ہے۔

(۱۰) سعودی عرب میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر یعنی احتساب کا کڑا انتظام ہے، جو ایک اسلامی حکومت کا بنیادی فریضہ ہے، اس لیے وہاں کوئی شخص منکرات اور خلاف شریعت کاموں کا کھلم کھلا ارتکاب نہیں کرسکتا۔

(۱۱) سعودی عرب میں اسلامی سزائیں ہیں، اسی طرح منشیات فروشوں کے لیے بھی موت کی سزا ہے، اور وہاں یہ سزائیں عام طور پر جمعہ کی نماز کے بعد کسی جامع مسجد کے باہر یا اس کے صحن میں برسرعام دی جاتی ہیں، تاکہ لوگ عبرت پکڑیں، جیسا کہ قرآن کریم میں حکم ہے، ان اسلامی سزاؤں کے نفاذ کی برکت ہے کہ وہاں چوری، رہزنی، اور قتل وغارت گری تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے، سزاؤں میں کوئی رورعایت نہیں کی جاتی اور نہ کسی کی سفارش سے سزا پر عمل درآمد رکتا ہے، جو مجرم قرار دیا جا چکا ہو اس کو جرم کے لحاظ سے بہر حال سزا دی جاتی ہے خواہ اس کا تعلق شاہی خاندان سے ہی کیوں نہ ہو۔

(۱۲) وہاں عدلیہ بالکل آزاد ہے، اور قرآن وحدیث کی روشنی میں فوراً بلاتاخیر فیصلہ کردیا جاتا ہے، شاہ وقت کو بھی سفارش کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

(۱۳) توحیدوسنت کے تقاضوں کی طرح ،اسلامی تہذیب وتمدن کے طورطریقے بھی آج صرف سعودی معاشرے میں ہی نظر آتے ہیں، ورنہ ہر مسلم ملک کا معاشرہ جس طرح شرک وبدعت سے آلودہ ہے ویسے ہی بے حیائی اور بے پردگی بھی اس میں عام ہے۔(اعاذنا الله منها)(تفصیل کے لئے رجوع کریں ماہنامہ ''حرمین''، جہلم، ذوالحجہ ۱۴۳۹ھ، تحریر: حافظ صلاح الدین یوسف رحفظہ اللہ بعنوان: ''سعودی حکومت اور معاشرے کی چند امتیازی خصوصیات)

شاہ سلمان بن عبدالعزیز کے نمایاں رفاہی کارنامے :

موجودہ حکمراں شاہ سلمان بن عبدالعزیز سیاسی اور سماجی خدمات کے ساتھ ساتھ فلاحی کاموں میں بھی پیش پیش رہے ہیں، انھوں نے معذوروں کی بہبود کے لیے ایک ریسرچ سینٹر قائم کیا، گردوں کے مریضوں کی بہبود کے لیے قائم شاہ فہد بن عبدالعزیز چیریٹی فاؤنڈیشن کے اعزازی صدر کے طور پر خدمات انجام دیں، اس کے علاوہ مصنوعی اعضاء کی پیوندکاری کے سرکاری ادارے اور اس نوعیت کے کئی اداروں کی بھی اعزازی صدارت سنبھال رکھی ہے۔

فلاح انسانیت کے لیے ان کی خدمات صرف سعودی عرب تک محدود نہیں، بلکہ انھوں نے دنیا بھر میں آفات ارضی و سماوی سے متاثرین کے لیے ہر ممکن مساعی جاری رکھیں، فلاحی خدمات کے اعتراف میں وہ کئی تمغے بھی حاصل کر چکے ہیں، بحرین ،بوسینا ہرزیگوینا، فرانس، فلسطین ،فلپین ،سینگال، اقوام متحدہ اوریمن سمیت کئی دوسرے ممالک میں فلاحی خدمات کی اعتراف میں انھیں ایوارڈ دیے گئے۔

انعامات اور تمغے :

شاہ سلمان بن عبدالعزیز کو اندرون اور بیرون ملک ان کی انسانی ورفاہی خدمات کے اعتراف میں اعلیٰ ترین قومی اعزازات سے نوازا جاتا رہا، انھیں سعودی عرب کے سب سے بڑے ایوارڈ شاہ عبدالعزیز ایوارڈ سے بھی نوازا گیا، اس کے علاوہ انھیں درج ذیل ایوارڈ بھی عطا کیے گئے۔

انھیں ہیرس کے قیام کے ۲۰۰۰ سال مکمل ہونے پر ۱۹۸۵ء میں فرانسیسی صدر یاک شیراک نے ایوارڈ دیا۔

۱۹۸۹ء میں شاہ مراکش الحسن الثانی کی جانب سے ایوارڈ عطا کیا گیا۔

مملکت میں معذوروں اور فلاح انسانی کی خدمات کے اعتراف میں ایوارڈ دیا گیا۔

بوسینا اور ہرزیگوینا کے متاثرین کی باز آبادکاری میں گراں قدر مدد فراہم کرنے کے اعتراف میں ایوارڈ عطا کیا گیا۔

اقوام متحدہ کی جانب سے دنیا بھر میں بھوک اور افلاس کے خاتمے کے لیے ان کی گراں قدر خدمات کے اعتراف میں انھیں ایوارڈ سے نوازا گیا۔

جمہوریہ سینگال کی جانب سے ریاست کا سب سے اعلی سول ایوارڈ۔

سویڈن کے بادشاہ کاول گمتانو کی جانب سے زمالہ باڈن باول ایوارڈ۔

بحرین میں انسانی بہبود کے لیے ان کی خدمات کے اعتراف میں خلیجی تعاون کونسل کی جانب سے خصوصی انعام۔

عالمی اولمپک کمپنی کی جانب سے مشرق وسطی اور شمالی افریقہ کے خطے کے لیے سب سے بڑا ایوارڈ بھی شاہ سلمان بن عبدالعزیز کے حصے میں آیا۔

اس طرح کے بے شمار خدمات ہیں ، اللہ تعالیٰ خادم حرمین شریفین کی تمام خدمات کو شرف قبولیت بخشے ،اوران کی عمر دراز کرے اور انھیں مزید خدمات انجام دینے کی توفیق دے۔(آمین)

۞۞۞

مولانا سالم خورشید خورشید احمد سلفی
استاد کز السنۃ، ایکلا

مملکتِ سعودی عرب: آبشارِ امن

مملکتِ سعودی عرب خالص اسلام کا علمبردار ہے، اسلام امن وسلامتی کا ضامن ہے، بنابریں یہ ملک اوراس کی حکومت راشدہ امن کا گہوارہ اور عالمی امن کے کارواں کا قائد ہے۔

جس طرح تمام ستاروں پر چودھویں رات کے چاند کو نیز تمام خوشنما پھولوں میں گلاب کو فوقیت اور برتری حاصل ہے بالکل اسی طرح آباد دنیا کے کل ۲۰۸/ممالک میں ۵۸/ملکوں کو اوران ۵۸/مسلم ملکوں میں مملکتِ سعودیہ عربیہ کو برتری وفوقیت حاصل ہے، اس فوقیت وبرتری کا سبب یہ ہے کہ اس کا دستور اور آئین کتاب وسنت پر مبنی ہے۔ مملکتِ سعودیہ عربیہ ہی میں خاص طور سے دوایسے مقدس اور پاکیزہ مقامات ہیں جو تمام امتِ مسلمہ بالخصوص دین دار اور تقویٰ شعار لوگوں کے دلوں کی دھڑکن ہیں، ایسی کون سی آنکھیں ہیں جو ان دونوں مقدس اور پاکیزہ مقامات کے دیدار کے لیے نہ ترستی ہوں، وہ کون سا ایسا شخص ہے جو ان میں سے کسی ایک مقام پر قفسِ عنصری سے جدا ہونے کی آرزو وتمنا نہ کرتا ہو، اس سعودی مملکت کی عظمت وفضیلت کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے وجود کے روزِ اول سے ہی مذہب وملت اور وطن اور انسانیت کی ہر ممکن خدمت کا اہتمام کیا ہے اور بلاتفریق مذہب وملت اخوت اور بھائی چارگی اور پیار وہمدردی کی فضا قائم کرنے کی سعی پیہم کی ہے، بنابریں ہر کس وناکس اس مملکت اور بانی مملکت کے لیے جذبہ خیر وصلاح رکھتا ہے اور خالص توحید پر بقاودوام کے لیے دعا گو رہتا ہے، یہی وہ عظیم مملکت ہے جہاں مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ جیسی مقدس وبابرکت جگہیں موجود ہیں، یہی وہ مقدس شہر ہے جہاں سیدنا حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلاۃ والتسلیم کی یادگار کعبہ مشرفہ ومقدسہ ''بیت اللہ'' حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی یادگار مقام سعی ''صفاومروہ'' سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لختِ جگر ونورِ نظر سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یادگار بئر زمزم، نیز ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی یادگار مسجد نبوی، شہدائے اُحد اور دیگر تاریخی مقامات اور دوسری یادگاریں ہیں جن سے پورے عالمِ اسلام کا قلبی تعلق استوار وہموار ہے۔ واضح رہے کہ مملکتِ سعودیہ کے بانی عظیم رہنما فرماں رواشاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود ہیں۔ یہ مملکت ۲۲۱۷۹۴۹/مربع کلومیٹر کے رقبہ پر محیط ایک وسیع وعریض ملک ہے، رقبہ کے لحاظ سے یہ دنیا کے پندرہ بڑے ملکوں میں شمار ہوتا ہے، یہ ملک براعظم ایشیاء اور افریقہ کے سنگم پر واقع ایک جدید مثالی ملک ہے جس کے ذرہ ذرہ سے قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی صدائیں بلند ہوتی رہتی ہیں، یہ وہ عظیم ملک ہے، جہاں انسانی خدمات کو عبادت کا درجہ حاصل ہے، یہی وہ ملک ہے جہاں سے خالص توحید وسنت کی تعلیمات عام ہو رہی ہیں، یہی وہ ملک ہے جو صحیح العقیدہ وراسخ العقیدہ مسلمانوں کی اولین وآخرین پناہ گاہ ہے، یہی وہ ملک ہے جو روزِ اول سے ہی

کتاب وسنت کی بنیاد پر قائم ودائم ہے چنانچہ اس ملک کے بانی فرماں رواشاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود نے بیانگ دہل یہ اعلان کیا کہ اسلامی شریعت کا نفاذ اوراس کا فروغ ہی ہماری زندگی کا اولین مقصد ہے، میں تمام مسلمانوں کوایک اللہ کی عبادت اور سلف صالحین کے نقوش قدم کی پیروی کی دعوت دیتا ہوں کیوں کہ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر وہ کامیابی وکامرانی نیز نجات اخروی کی سعادت سے ہمکنار ہوسکتے ہیں ،شاہ کے بعدان کے جانشینوں نے بھی اس معیارکو برقراررکھا، چنانچہ مرحوم شاہ فیصل بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا'' سعودی گھرانہ شاہی گھرانہ ہونے سے قبل ایک دینی ودعوتی گھرانہ ہے'' سعودیہ عربیہ کے زیرنگرانی مملکتِ سعودی عربیہ میں خصوصا اور پورے ملت اسلامیہ میں عموماً دعوتی وانسانی خدمات انجام دی جاتی ہیں ان اداروں کاذکر یہاں اجمالاً کیا جاتا ہے۔

۱۔ هيئة الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر:

یہ ادارہ دعوت دین واصلاح المسلمین کے لیے خاص ہے اس ادارے کی خاص مہمات لوگوں کونماز کی پابندی کرانا بازاروں اورشارع عام پرمرداورعورت کے اختلاط پرنظر رکھنا، مظلوموں کوانصاف دلانا،سعودی معاشرہ کو پاک وصاف رکھنے میں یہ ادارہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اس کے کارگذاروں کومطوعین کہا جاتا ہے۔

۲۔ رئاسة البحوث العلمية والإفتاء والدعوة الإرشاد:

یہ ادارہ کتاب وسنت اوراجتہاد کی روشنی میں فتاوے دے کراسلام کی صحیح رہنمائی کرنا نیزسعودی مملکت میں شائع ہونے والے تمام لٹریچر پرنظر رکھنا اوردینی واسلامی کتابیں اور رسائل وجرائد تقسیم کرنا اوران کی نشرواشاعت کرتا ہے۔

۳۔ مدارس ومعاهد كالجوں اوريونيورسٹيوں كاقيام:

اسلام میں تعلیم وتعلم کوجواہمیت وفضیلت حاصل ہے اس سے ہرکس وناکس واقف وآشنا ہے اس کی اہمیت وافادیت کی پیش نظرمملکتِ سعودیہ عربیہ اسلامیہ نے سرزمین پرمدارس اور یونیورسٹیوں کا جال سا بچھا رکھا ہے جہاں دنیاں بھر کے متلاشیانِ علم وفن اورطالبانِ علوم نبوت تشنگی اوراپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

٤۔ تعمیرمساجد:

مساجد کی تعمیر کے باب میں اگرمرحوم شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعودرحمۃ اللہ کی مساعی جمیلہ کاجائزہ لیں توعقل وخردحیران رہ جاتی ہے صرف ۲۰۰۴ء ہی میں خادم الحرمین الشریفین فہدبن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے دنیا بھرمیں ۵۱۰/مساجد ومراکز اسلامیہ قائم کیے۔

5۔ اشاعت قرآن کریم:

پوری دنیا میں اسلامی تعلیمات کوعام کرنے نیزقرآن مجید کے پیغام ابدی کوعام کرنے کے مقصد سے شاہ فہد کمپلیکس برائے طباعت مصحف شریف شہرمدینہ منورہ میں ایک نہایت عظیم الشان اشاعتی ادارہ قائم کیا تھا، جس کی کارکردگی کااندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ ادارہ گذشتہ ۱۳/سالوں میں اب تک 13/ملین قرآن کریم کے نسخے شائع کرچکا ہے، ان تمام باتوں سے عیاں ہوجاتا ہے کہ سعودی حکومت اسلامی اورتوحید وسنت اورامن وامان کاحامل وداعی ملک ہے جوایمان اوراہل ایمان کا مرجع اورمسلمانوں کی رشدوہدایت کامرکز ہے، چنانچہ

قرآن پاک کی اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ﴿وَهٰـذَا الْبَلَدِ الأمِيـن﴾ یعنی اس شہر کی قسم کھا کراس کے امن وسلامتی کے مرکز وسرچشمہ ہونے پر مہر ثبت کردی ہے اور سیدنا ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلاۃ والسلام کی دعاؤں کا خلاصہ قرار دیا ہے ﴿رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا آمِنًا﴾

اور ابھی حالیہ سالوں میں جس طرح سے ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان نے ملک کی تعمیر وترقی اور امن وامان کے قیام نیز شہریوں کو روزگار سے جوڑنے کے لیے جونئی جہت دیا ہے وہ نہایت ہی قابل ستائش ہے البتہ اُن کے مضمرات ودیرپا اثرات کو اصحاب بصیرت سمجھ رہے ہیں لیکن عقل سے کورے بصیرت سے عاری وخالی ارہابی اخوانیوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی اِسی طرح امت مسلمہ اور دشمن اسلام کے ازلی مخالف شیعہ روافض بھی اپنے عزائم وارادوں کو پامال ہوتا دیکھ کر شہزادہ محمد بن سلمان سے خائف ہیں اور اُن کے کارناموں کی غلط تصویر دینے کی سعی رائیگاں کررہے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ کریم مملکت توحید-سعودیہ عربیہ کو کتاب وسنت پر قائم ودائم رکھے نیز ہردلعزیز ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان حفظہ اللہ اور اُن کے جانشینوں کو ملت اسلامیہ کا سچا پاسبان بنائے اس ملک کو حاسدوں کی بری نگاہوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

وہ سعودیہ حکومت جس کا یہ اعزاز ہے ؎
کردیے روشن منارے ہر جہالت کے خلاف
خدمت حرمین ہو یا خدمت قرآن، حدیث
کوئی مثل ملتی نہیں اُن کے سخاوت کے خلاف
عام کردی دعوتِ توحید وسنت دیکھیے
خوب کام اُس نے کیا شرک وبدعت کے خلاف

دعائے مغفرت کی درخواست:

جماعتی حلقوں میں یہ خبر انتہائی رنج وغم کے ساتھ پڑھی اورسنی گئی کہ ۱۱ر ستمبر ۲۰۲۱ء بروز سنیچر ضلعی جمعیت اہل حدیث سدھارتھ نگر کے ناظم اعلیٰ اور مادر علمی جامعہ سراج العلوم السّلفیہ جھنڈانگر نیپال کے مؤقر استاد عم گرامی مولانا وصی اللہ مدنی اور عم گرامی مولانا شفیع اللہ مدنی حفظہما اللہ کے والد محترم جناب الحاج عبدالحکیم صاحب طویل علالت کے بعد بعمر ۹۰ر برس انتقال فرماگئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

موصوف صوم وصلاۃ کے پابند، صالح، دیندار اور نہایت ہی شریف وخلیق اور ملنسار وعلماء نواز تھے، قرآن کریم کی تلاوت کی ممکن حد تک کوشش کرتے، بسااوقات اذان اور پنج وقتہ نمازوں کی امامت کے علاوہ خطیب جمعہ کی عدم موجودگی میں خطبہ جمعہ بھی دیا کرتے تھے، اپنی اولاد اور پوتوں وپوتیوں کو دینی تعلیم وتربیت سے آراستہ کیا، اللہ کے فضل وکرم اور والدین کی دعاؤں اور محنتوں کے باعث ان کے دو بیٹے مولانا شفیع اللہ مدنی اور مولانا وصی اللہ مدنی جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کے فیض یافتہ ہیں اور جامعہ وجماعت وجمعیت سے منسلک ہوکر دین متین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں، دو پوتے عزیزان عبدالمنان، ورضاء اللہ، سلمہما اور ایک پوتی عزیزہ صفیہ خاتون سلمہا کو اللہ نے حفظ قرآن کریم کی سعادت بخشی ہے، اسی طرح ایک پوتی عزیزہ رقیہ خاتون سلمہا نے کلیہ عائشہ صدیقہ کرشنانگر سے سند فضیلت حاصل کی ہے، یہ سارے لوگ ان کے لیے صدقہ جاریہ ثابت ہوں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ ان کے حسنات کو قبول فرمائے۔

قارئین سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

(غم زدہ: سعود اختر عبدالمنان سلفی)

جماعت و جامعہ

سعود اختر عبد المنان سلفی

جامعہ کے روز و شب

اللہ تعالی کے بے پایاں فضل و احسان ، بیدار مغز ذمہ داران، مخلص اساتذۂ کرام اور بالمشافہہ تعلیم حاصل کرنے کے متمنیان طلبۂ عزیز کی آرزوئیں اور تمنائیں رنگ لائیں اور ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی جب مقامی بلدیہ کی جانب سے آف لائن تعلیم کا اعلامیہ جاری کر کے اسکول، کالجز اور مدارس کھولنے کا اشارہ دیا گیا چنانچہ حکومت کی جانب سے اجازت نامہ ملتے ہی فوری طور پر محترم ناظم جامعہ مولانا شمیم احمد ندوی صاحب / حفظہ اللہ نے اساتذۂ جامعہ کے مشورے سے جامعہ کے کھولنے کا فیصلہ کیا، طلبہ کو جامعہ میں حاضر ہونے اور اساتذۂ کرام کے دروس سے دو بدو مستفید ہونے کی دعوت دی، طلبہ جو کہ شدت سے جامعہ میں باقاعدہ تعلیمی سلسلہ کے آغاز ہونے کا انتظار کر رہے تھے اعلان پڑھتے ہی اپنے گھروں سے نکل پڑے اور جوق در جوق جامعہ پہنچنے لگے، سابقہ عادات کے برعکس درس کے آغاز ہونے کی تاریخ سے قبل ہی جامعہ کا دارالاقامہ اپنی وسعت و کشادگی کے باوجود تنگ دامنی کا شکار ہو کر شکوہ کناں ہو گیا لیکن طلبہ کے ذوق و شوق اور حصول تعلیم کی تڑپ بدستور جاری رہی۔ کئی طلبہ نے کہا کہ شیخ! اگر درس گاہ میں بیٹھ کر درس سے استفادہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے تو ہم کھڑے ہو کر پڑھنے کو تیار ہیں۔ دارالإقامہ میں سیٹ نہیں تو ہم مسجد اور ہال میں قیام کر لیں گے لیکن ہمیں واپس نہ کیا جائے، الحمدللہ ذمہ داران جامعہ نے فوری طور پر نوتعمیر کمروں کی صفائی وستھرائی کرا کے طلبہ کی رہائش کا انتظام کیا اور انہیں جامعہ کے چشمۂ صافی سے سیراب ہونے کا موقع بخشا۔

بحمد اللہ اعلان کے مطابق وقت مقررہ پر ۱۱/ستمبر ۲۰۲۱ء بروز سنیچر جامعہ میں باضابطہ تعلیم کا آغاز ہو گیا اور جامعہ کے در و بام کئی مہینوں کے بعد ایک بار پھر قال اللہ وقال الرسول کی صدائے دل نواز سے گونج اٹھے اور عطر بیز خوش بو سے مہک اٹھے۔

تعلیمی سال کے آغاز پر جامعہ میں جو بھی پروگرام منعقد کیے جاتے تھے سابقہ روایات کے مطابق سال رواں میں بھی پورے تزک و احتشام کے ساتھ ان کا انعقاد ہوا، ذیل میں ان کی مختصر رپورٹ درج کی جا رہی ہے:

زبان وقلم کی اہمیت کے پیش نظر مدارس میں انجمنیں قائم کی جاتی ہیں کیوں کہ اس کے ذریعہ طلبہ اپنی مافی الضمیر کی صحیح طور سے ادائیگی اور مخاطب کو خوب صورت لب ولہجہ سے اپنا اسیر وگرویدہ بنانے کا ہنر پیدا کر سکتے ہیں، افہام وتفہیم کا ملکہ پیدا ہوتا ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر جامعہ میں خطابت کو ایک مستقل فن کی حیثیت حاصل ہے اور پورے سال میں انہیں اساتذۂ کرام کی نگرانی میں آٹھ منتخب تقریریں کرنی ہوتی ہیں اور اساتذہ ہر طرح سے ناپ تول کر نمبرات تفویض کرتے ہیں، اس مضمون میں فیل ہونے والا طالب علم تمام مضامین میں فیل تصور کیا جاتا ہے۔

سال کے ابتدا میں طلبہ کو انجمن کے قواعد وضوابط سے روشناس اور باخبر کرنے نیز انہیں اساتذہ کے نصیحتی وتوجیہی خطاب کے ذریعے صحیح سمت عطا کرنے کے لیے ایک پروگرام بنام **''افتتاحی انجمن''** منعقد کیا جاتا ہے، سال رواں میں بھی الحمدللہ بتاریخ ۲۲/ستمبر ۲۰۲۱ء بروز جمعرات افتتاحی انجمن منعقد ہوئی جس میں شعبۂ حفظ سمیت تمام اساتذہ وطلبہ نے شرکت کی۔

پروگرام کا آغاز حافظ سہیل احمد سلمہ جماعت رابعہ کی

تلاوت کلام پاک سے ہوا، اس کے بعد عزیزم محمد خالد سلمہ جماعت ثامنہ نے حمد پاک اور عزیزم عبدالعلی سلمہ جماعت خامسہ نے نعت نبی کا نذرانہ پیش کیا، اس کے بعد اردو زبان میں عزیزم سفیان احمد سلمہ جماعت ثالثہ اور عربی زبان میں عزیزم محمد مفضل سلمہ جماعت ثامنہ نے یکے بعد دیگرے تقاریر پیش کیں، بعدہ مربی انجمن برادر گرامی شیخ قمر الدین ریاضی حفظہ اللہ نے اساتذہ کرام وطلبہ کو خوش آمدید ومرحبا کہتے ہوئے انجمن جمعیۃ الطلبہ کے اہداف ومقاصد اور اصول وضوابط سے باخبر کیا، ان کے بعد جامعہ کے بزرگ استاد نائب شیخ الجامعہ ومدیر الامتحانات مولانا عبدالرشید مدنی صاحب حفظہ اللہ نے طلبہ کو مطالعہ پر ابھارا، زبان وقلم کی اہمیت پر روشنی ڈالی، مستقبل کو روشن کرنے کی ترغیب دی اور مثالوں کے ذریعے سمجھایا کہ آپ اپنی زبان وقلم کو دعوت کے لیے وسیلہ بنائیں آپ کامیاب ہوں گے ان شاء اللہ۔

وقت کی کمی کے باعث دیگر اساتذہ کے خطابات نہیں ہو سکے اور صدر مجلس مولانا خورشید احمد سلفی صاحب کو صدارتی خطاب کے لیے دعوت دی گئی، آپ نے طلبہ جامعہ کا استقبال کیا اور انہیں ان کے بلند مقام سے روشناس کرایا، جامعہ کے بانیان وموجودہ ذمہ داران کے اخلاص کی مثالیں پیش کیں اور تعلیم کے میدان میں مسائل ومشکلات پر صبر کی تلقین کی، پروگرام کی نظامت عزیزم محمد خالد سلمہ جماعت ثامنہ نے کی۔

ناظم محترم حفظہ اللہ کا طلبہ سے استقبالیہ خطاب:

سابقہ روایت کے مطابق ۵/ اکتوبر ۲۰۲۱ء بروز بدھ بوقت ساڑھے دس بجے صبح ناظم جامعہ مولانا شمیم احمد ندوی حفظہ اللہ وتولاہ کی صدارت میں جامعہ سراج العلوم کے وسیع وعریض، پرشکوہ اور دیدہ زیب سیمینار ہال میں استقبالیہ تقریب منعقد ہوئی۔

جامعہ کی دیرینہ تاریخ کا یہ حصہ ہے کہ ہر تعلیمی سال کے آغاز میں محترم ناظم جامعہ حفظہ اللہ کا ایک توجیہی خطاب ہوتا ہے جس میں پورے سال کے لیے تعلیم وتدریس کا مجوزہ خاکہ، پندونصائح اور مناسب ومعقول رہنمائی ہوتی ہے۔

پروگرام کا آغاز حافظ شمشیر عالم نصیر احمد جماعت ثالثہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، محمد فیضان محمد اجمل جماعت اولیٰ اور عبدالعلی ارشاد احمد جماعت خامسہ نے یکے بعد دیگرے حمدیہ ونعتیہ کلام پیش کیے۔

اس کے بعد ناظم جامعہ حفظہ اللہ کا کلیدی خطاب ہوا، آپ نے طلبہ کا نئے تعلیمی سال پر پُر جوش استقبال کیا اور دنیا وآخرت میں ان کی کامیابی کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا، ان کے والدین کو مبارکباد پیش کی کہ انہوں نے اپنے نونہالوں کو دینی تعلیم کے حصول کے لیے جامعہ سراج العلوم کا انتخاب فرمایا موجودہ دور میں جب کہ یہ عام ذہن بن گیا ہے کہ دینی تعلیم حاصل کرنے والے غریب ونادار اور مادی اعتبار سے کمزور گھرانوں کے بچے یا خوش حال گھرانوں کے وہ بچے ہوتے ہیں جو ذہنی طور سے کمزور ہوتے ہیں ایسے گھرانوں کی یہ سوچ ہوتی ہے کہ کم از کم دینی تعلیم حاصل کرکے ان کا بچہ اپنا پیٹ پال لے گا، لیکن میرے عزیزو! اب وہ زمانے لد گئے وہ وقت گزر گیا کہ طالبان مدارس دینیہ کو حقیر نظروں سے دیکھا جاتا تھا اور ان کا مستقبل روشن اور تابناک نہیں خیال کیا جاتا تھا، آپ پست ہمتی کے خول سے باہر آجائیں کیوں کہ یہ وقت اور آنے والا وقت آپ کا ہے، روشن اور تابناک مستقبل کے آپ مسافر ہیں، دینی مدارس کے بے شمار فارغین ملک اور بیرون ملک خلیجی ممالک میں باعزت اور حلال روزی کما رہے ہیں اور ترقی کے جتنے مواقع ان کو حاصل ہیں وہ دیگر علوم حاصل کرنے والوں کو شاید میسر نہیں ہیں، خلیجی ممالک کے اسفار میں جامعہ سراج العلوم کے متخرجین ومستفیدین کو باعزت اور باوقار ملازمتوں پر دیکھتا ہوں تو میرا دل فرحت ومسرت سے لبریز ہو جاتا ہے۔

آپ نے پرجوش انداز میں فرمایا کہ سراجی عندلیبو ! حال بھی آپ کا اور مستقبل بھی ان شاء اللہ آپ کا ہے، بس شرط یہ ہے کہ آپ کے اندر صلاحیت، آگے بڑھنے کا جذبہ اور کچھ کرگزرنے کا ملکہ ہو۔

آپ نے طلبہ عزیز کو حصول علم میں درپیش مصائب و مشکلات اور پریشانیوں کو صبر اور خندہ پیشانی سے جھیلنے کی تلقین فرمائی، اس سلسلہ میں آپ نے سلف کے واقعات کو نہایت بصیرت افروز انداز اور مخصوص لب ولہجہ میں بیان فرمایا۔

مطالعۂ کتب پر طلبہ کو ابھارتے ہوئے خطیب الاسلام علامہ عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کا واقعہ بڑے ہی جذباتی انداز میں بیان فرمایا کہ کئی لوگوں کی آنکھیں چھلک پڑیں، فتح الباری شرح صحیح البخاری خریدنے کے لیے آپ نے اپنے والد محترم الحاج نعمت اللہ خان رحمہ اللہ سے خط وکتابت کی تھی اور دادا رحمہ اللہ نے کس طرح پریشانی کے عالم میں پیسہ بذریعہ ڈرافٹ بھیجا تھا، باپ وبیٹے کے درمیان اس وقت جو خط وکتابت ہوئی تھی اس کو لائق فرزند نے تذکرۂ نعمت نامی کتاب میں درج کردیا ہے۔

محترم ناظم صاحب حفظہ اللہ نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں ندوۃ العلماء لکھنؤ میں گزارے دنوں کو یاد کیا کہ کیسے محنت ومشقت اور جہد مسلسل اور خون جگر جلا کر ندوہ میں تعلیم پائی اور خوش حالی کے باوجود ایک عام طالب علم جیسی سادی زندگی گزاردی۔

آپ نے طلبہ کو یقین دلایا کہ مجھ سے جہاں تک ممکن ہوگا، آپ کے تعلیمی وتربیتی اور کھانے پینے کے معیار کو بلند کرتا رہوں گا اور اپنے امکانیات اور وسائل کی حد تک آپ کی ضروریات کی تکمیل کی کوشش کروں گا۔

آپ نے طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ سالانہ کروڑوں روپیہ آپ کی تعلیم وتربیت پر خرچ کیے جاتے ہیں جس کا واحد مقصد آپ کو تعلیم وتربیت کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کرنا ہے اس لیے آپ اپنا مقام پہچانیں، جامعہ اور اسلام کی نیک نامی کا سبب اور اپنے والدین کے لیے صدقۂ جاریہ بنیں، کوئی ایسا کام ہرگز نہ کریں جو آپ کے شایان شان اور مقام ومرتبہ کے منافی اور باعث ننگ وعار ہو۔

آخر میں موصوف نے طلبہ کو یقین دلایا کہ اگر حالات موافق رہے تو ان شاء اللہ جامعہ میں منعقد ہونے والے تمام ثقافتی پروگراموں کو اپنے وقت پر منعقد کیا جائے گا جنہیں گذشتہ برس حالات کی سنگینی اور قلت وقت کے باعث منسوخ کردیا گیا تھا جو کہ جامعہ کی تاریخ کا حصہ ہیں۔

آپ کے کلیدی خطاب کے بعد مولانا خورشید احمد سلفی اور ڈاکٹر عبدالغنی القوفی حفظہما اللہ کے بھی خطابات ہوئے، دونوں مشائخ نے طلبہ کو حصول تعلیم کی رغبت دلائی اور تربیتی نقطۂ نظر سے بعض مفید باتوں کی جانب اشارہ کیا۔

پروگرام میں تمام اساتذۂ جامعہ کی بھرپور شرکت رہی۔ نظامت کی ذمہ داری جامعہ کے ہونہار طالب علم اسد اللہ ذاکر حسین جماعت ثامنہ نے بحسن وخوبی انجام دی، سوا بارہ بجے دعائیہ کلمات کے ساتھ پروگرام اختتام کو پہنچا۔

اساتذہ میں تقسیم کار کی میٹنگ:

بتاریخ ۷/ اکتوبر ۲۰۲۱ء بروز جمعرات بوقت صبح ساڑھے آٹھ بجے غرفة استراحة المدرسین میں محترم ناظم جامعہ صاحب کی صدارت میں اساتذۂ کرام کے درمیان تقسیم کار کی میٹنگ منعقد ہوئی، جس میں باتفاق رائے درج ذیل امور طے پائے:

دارالاقامہ، مطبخ ومطعم اور انجمن کے سابق ذمہ داران کے حسن کارکردگی کے باعث مذکورہ ذمہ داریاں انہیں کے سپرد

رہیں گی کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔

مغرب کے بعد تعلیمی نگرانی بھی علی حالہ برقرار رہی اور تمام اساتذۂ کرام ہفتے میں ایک دن بعد نماز مغرب تا عشاء جامعہ تشریف لا کر طلبہ کی تعلیمی نگرانی کریں اور ضرورت کے مطابق علمی مدد فرمائیں۔

اس کے لیے یومیہ دو اور تین اساتذۂ کرام کی باریاں بنادی گئیں البتہ بزرگ اور لمبی مسافت طے کرکے آنے والے اساتذہ کرام کو اس سے مستثنیٰ رکھا گیا۔

طلبہ جامعہ میں صحافتی ذوق پیدا کرنے کے لیے سال رواں میں پانچ حائطیہ مجلّات کے اجراء کا فیصلہ کیا گیا جب کہ اس سے پیشتر سالوں میں عالمیت اور فضیلت کے صرف دو ہی مجلّات منظر عام پر آتے تھے، نئے فیصلے کے مطابق عالمیت اور فضیلت کے ہر سال کے طلبہ اپنا اپنا مجلّہ تیار کرکے دیوار پر آویزاں کریں گے جب کہ ثانویہ ومتوسطہ کے طلبہ مشترکہ طور پر مجلّہ کو ترتیب دیں گے، اس کی نگرانی کے لیے درج ذیل اساتذہ کو متعین کیا گیا:

فضیلت سال دوم: مولانا خورشید احمد سلفی

فضیلت سال اول: ڈاکٹر عبدالغنی القوفی

عالمیت سال آخر: مولانا خالد رشید سراجی

عالمیت سال اول: سعود اختر عبدالمنان سلفی

متوسطہ وثانویہ: مولانا شفیع اللہ مدنی

مدرسہ زید بن ثابت کے طلبہ واساتذہ کے نئے مسکن کا افتتاح:

جامعہ کے شعبہ حفظ الموسوم مدرسہ زید بن ثابت کے طلبہ جامعہ کی قدیم عمارت میں رہائش پذیر تھے، محترم ناظم جامعہ/حفظہ اللہ کا خواب تھا کہ شعبہ عربی کے طلبہ کی طرح قرآن مجید کو اپنے سینے میں محفوظ کرنے والے طلبہ کے لیے بھی جدید اور آرام دہ کمروں کا انتظام کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل خاص، ناظم محترم حفظہ اللہ کی جہد مسلسل اور محسنین کرام کے عطیات نے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کیا اور جدید تعمیر شدہ مسجد کی بالائی منزل پر طلبہ کی رہائش کے لیے دو وسیع وکشادہ ہالوں اور اس سے ملحق اساتذہ کرام ونگراں کے لیے دو کمرے تعمیر کرائے گئے، الحمدللہ دونوں ہال وکمرے خوب کشادہ وہوادار اور آرام دہ ہیں۔ طلبہ کے لیے آرام دہ بستروں کا بھی انتظام کیا گیا اور انہیں زحمت وتکلیف سے بچانے کی خاطر ہالوں سے ملحق بیوت الخلاء وحمامات اور وضوخانے بھی تعمیر کرائے گئے، فللہ الحمد علی ذلک۔

نئے سکن کا افتتاح ۶/اکتوبر ۲۰۲۱ء بروز جمعرات ۱۱/بجے دن ناظم جامعہ حفظہ اللہ کے بدست عمل میں آیا، جس میں اساتذۂ کرام کے ساتھ کچھ معززینِ قصبہ بھی شریک ہوئے اور انھوں نے اس پیش رفت پر خوشی کا اظہار کیا۔

ناظم محترم حفظہ اللہ نے اپنے خطاب میں طلبہ عزیز کا پرزور استقبال کیا اور انہیں قیمتی نصائح سے مستفید کیا۔ طلبہ کو ایک رفاہی ادارے کی جانب سے ملے ہوئے لوازماتِ درس (کاپی کتاب پنسل وغیرہ) بھی تقسیم کیے گئے۔

امتحان ششماہی:

کلیہ عائشہ سمیت جامعہ کے تمام تعلیمی شعبہ جات میں ششماہی امتحان ۱۳/دسمبر ۲۰۲۱ء بروز سوموار شروع ہو کر ۲۳/دسمبر بروز جمعرات اختتام پذیر ہوگا، ان شاءاللہ۔

واضح رہے کہ امتحان کی تیاری کے لیے ۹/تا ۱۲/دسمبر وقت مختص کیا گیا ہے۔

امتحان کے ختم ہونے کے فوراً بعد یعنی ۲۴/دسمبر تا ۷/جنوری ۲۰۲۲ء موسم سرما کی تعطیل رہے گی۔

۸/جنوری ۲۰۲۲ء بروز سنیچر دوبارہ جامعہ میں تعلیم شروع ہوگی، ان شاءاللہ۔ ۞۞۞

ابرہہ اٹھا ہے پھر، کعبہ کو ڈھانے کے لئے
اے ابابیلو! بڑھو، اِس کو بچانے کے لئے

پاک گھر جس کو براہیم نے تعمیر کیا
سجدہ و ذکر و تلاوت سے بسانے کے لئے

اس کی حرمت پہ ذرا حرف نہ آنے دیں گے
ہم ہیں تیار سنو! سر کو کٹانے کے لئے

ہائے وہ بلدِ امیں، یعنی کہ گہوارۂ امُن
حوثی بے تاب ہیں واں فتنہ مچانے کے لئے

محترم قبلہ و کعبہ ہو، کہ نبوی مسجد
ہیں یہ حرمینِ شریفین زمانے کے لئے

آج حرمین پہ یہ وقت عجب آیا ہے
حوثیوں کی ہے نظر اِن کو گرانے کے لئے

وہ صلیبی ہوں کہ صفوی ہوں کہ ملعون یہود
تینوں بے تاب ہیں امت کو مٹانے کے لئے

شاہِ سلمان کو اللہ سلامت رکھے
حوثیوں کا سرِ مغرور جھکانے کے لئے

عزم کا کوہِ گراں اور شجاعت کا نشاں
ہیں وہ تیار انھیں دُھول چٹانے کے لئے

التجا بندۂ مومؔن کی فقط اتنی ہے
ایک ہوجائیں سبھی قبلہ بچانے کے لئے